بسم اللہ الرحمن الرحیم رجسٹرڈ ایل نمبر ۷۷ نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

اِنَّ اللّٰہَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِہِمْ

اِنَّہٗ اٰوَی الْقَرْیَۃَ

الحکم

سنہ ۱۳۲۱ ہجری

حضرت قادیان دارالامان

۳۱ - اگست سنہ ۱۹۰۳ء

چہ گویم با تو گر آئی بدار قادیان بینی

دوا بینی شفا بینی عرش دارالامان بینی

ایڈیٹر شیخ یعقوب علی تراب احمدی

نمبر ۳۲ | مورخہ ۳۱ - اگست سنہ ۱۹۰۳ء مطابق ۱۰ - جمادی الثانی سنہ ۱۳۲۱ ہجری | جلد ۷

الحکم کس طرح دس ہزار شائع ہو

الحکم سے بڑھ کر کوئی بڑا اور سستا اخبار نہ ہوگا

کسی احمدی کو اس کے خریدنے کا عذر باقی نہ رہیگا؟

جب سے الحکم جاری ہوا ہے اسے قاعدہ اور دستور کے موافق بہت سے مشکل اور دشوار گذار راستوں سے ہو کر گذرنا پڑا ہے بعض بعض وقت ایسی نازک حالتیں اس پر آئی ہیں کہ یہ سمجھ لیا گیا تھا کہ اب اس کی زندگی کا خاتمہ ہے لیکن تقدیر و حکمت خدا کے منشاء کے موافق چونکہ وہ ایک نافع الناس شے تھی اس لئے اَمَّا مَا یَنْفَعُ النَّاسَ فَیَمْکُثُ فِی الْاَرْضِ کے ماتحت وہ ان مشکلات سے نکلکر اپنی قوم اور بنی نوع انسان کی اپنی ہستی اور طاقت کے موافق خدمت کرتا رہا۔ اور کرتا ہے اور کرے گا جب تک منشاء الہٰی ہوگا اس منشاء میں مجھے کئی بار اپنی قوم کو جسکا وہ آرگن کہلاتا ہے الحکم کی بہتری اسکی پائیداری اور استقلال کے لئے توجہ دلانی پڑی اور میں شکر گذاری کے ساتھ ظاہر کرتا ہوں کہ قوم نے ہر ایسی تحریک پر کسی نہ کسی حد تک میری آواز کو سنا اور الحکم کی مدد کے لئے حتی الوسع کوشش کی۔

جو لوگ شروع سے الحکم کو پڑھنے والے ہیں وہ اس امر سے بھی بخوبی واقف ہیں کہ الحکم کی ترتیب اور اسکے ظاہری مدارج کاغذ کتابت طبع وغیرہ کے متعلق بھی (جہانتک میری مقدرت میں تھا) میں نے کوشش کی ہے کہ ترقی ہو اور وہ ترقی نمایاں طور پر نظر بھی آتی ہے۔ پھر ان گذشتہ چھ سالوں کے درمیان الحکم کے ذریعہ جسقدر خدمت قوم کی کیگئی ہے اور جسقدر فائدہ اس سے پہنچا ہے اسکا بیان کرنا میرا کام نہیں بلکہ اسکا اعتراف اور اظہار قوم کے ذمہ ہے اور وہ صرف لفظی اور زبانی طور پر ہی مطلوب نہیں بلکہ اسکی کسی عملی صورت کی ضرورت ہے۔

اس میں بھی کوئی کلام نہیں کہ انسانی کام اور انسانی تجویزوں میں کمزوریاں اور سقم ہوتے ہیں اور یہاں ان کمزوریوں سے الحکم کا چلانے والا بھی الگ نہیں لیکن یہ افسوسناک بات ہوگی اگر میری قوم صرف کمزوریوں پر تو نگاہ رکھے اور ان فوائد اور منافع کو جو الحکم سے ان کو پہنچے ہیں یا پہنچ سکتے ہیں بالکل فراموش کر دے خصوصاً ایسی حالت میں کہ ان کمزوریوں اور نقائص کی وہ بھی ایک حد تک ذمہ وار ہو۔ کچھ شک نہیں کہ یہ چند سطور ایک قسم کا قومی شکوہ ہے۔ لیکن ایک ایسی قوم کے سامنے جسمیں حقیقی شکر گذاری کی روح نفخ ہو رہی ہو اگر ذرا سی بھی بے اعتنائی ہو تو ایک دیرینہ خدمت گذار کو حق پہنچتا ہے کہ وہ اس قوم کے سامنے ہی اپنا اپیل کرے۔ الحکم کی کمزوریوں اور نقائص کا دور کرنا قوم کی غرض مشترک ہے یا اسکا تعلق صرف ایک شخص کی ذات سے وابستہ ہے ہم میں صاف طور پر کہونگا کہ الحکم کی دوام یا اس کی توسیع اشاعت یا اس کی خریداری میں اگر کوئی شخص محض اس لئے مضائقہ کرتا ہے کہ وہ الحکم کے ایڈیٹر میں کوئی بات اپنی طبیعت کے خلاف پاتا ہے تو وہ خود اندازہ کرے کہ وہ قومی اغراض مشترکہ کو اپنی خاص طبیعت یا مذاق کے ماتحت کرنا چاہتا ہے یا نہیں؟ اور اس صورت میں اس کی امداد ذاتی اغراض کے نیچے آتی ہے یا نہیں۔ حالانکہ قومی کاموں میں یہ بات نہیں ہوتی۔۔۔ بلکہ وہاں اصل مقصد وہ کام ہوتا ہے نہ زید و بکر۔

نفس کام کو دیکھو کہ آیا وہ مفید ہے یا نہیں قوم نے اس سے کوئی فائدہ اب تک اٹھایا یا نہیں اگر قوم اس پر زیادہ توجہ کرے تو وہ زیادہ سود مند ہو سکتا ہے یا نہیں یہ امور ہیں جن پر توجہ کی ضرورت ہے نہ یہ کہ ان باتوں کو چھوڑ دیا جاوے اور سیاہی اور کاغذ کی قیمت کے حساب مشخص کر کے ایسی فردیں طیار کرنے کی فکر کی جاوے کہ فلاں شخص کو سالانہ نفع کسقدر ہوتا ہے۔ میں اسپر پھر پوچھتا ہوں کہ تم آپ ہی غور کرو کہ ان باتوں کی

صفحہ ۱ پر حضرت حجۃ اللہ امام الملۃ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد ہر ایک احمدی کا فرض ہے کہ پڑھے یا سنے اور اس پر جہانتک ممکن ہے عمل کرے (ایڈیٹر)

اسوقت تک ممکن نہیں جب تک حاذق طبیب کی طرف رجوع نہ ہو اور وہ حاذق طبیب کون ہے؟

اس زمانہ کا امام (علیہ السلام)

اسکی صحبت میں رہ کر خدا تعالیٰ کے اصول کیا واقف فائدہ اٹھاؤ۔ اور ہم نے ابھی تمہیں یہ آیت سنائی۔

یٰاَیُّہَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَکُوۡنُوۡا مَعَ الصّٰدِقِیۡنَ

ایمان والو! متقی بنجاؤ۔ متقی بننے کی تدبیر یہ ہے کہ صادقوں کے ساتھ ہو جاؤ۔

یہی ایک گُر ہے معزز بننے کا۔ قوم بننے کا۔ یعنی متقی بنجانا اور متقی بننے کے لیے صادق کا ساتھ دینا اسکے ساتھ رہنا ضروری ہے۔

تقویٰ کیا چیز ہے؟ مختصر الفاظ میں تقویٰ سے یہ مراد ہے اول سچے عقائد کو حاصل کرنا اور ان پر ایمان لانا پھر اُنکے موافق زبان کو کرنا اور اپنے اعمال سے اسکا ثبوت دینا۔ وہ اعمال خواہ جسم کے متعلق ہوں یا مال کے غرض ہر طرح سے ان عقائد کے موافق سچی عقائد اپنی اور اخلاص کے ساتھ اپنے اعمال کر کے دکھا دے۔

سچے عقائد کے اصول میں سے پہلی اصل یہ ہے کہ حق سبحانہ تعالیٰ پر ایمان لاوے حق سبحانہ تعالیٰ کا اعتقاد عظیم الشان نیکیوں اور خوبیوں اور معارج پر پہونچنے کے لیے ضروری اور لابدی اصل ہے۔ میرا ایمان اور مذہب یہ ہے کہ کوئی شخص نیک چلن اور راست باز ہو ہی نہیں سکتا جب تک کہ وہ اللہ تعالیٰ کی ہستی پر ایمان نہ لاوے۔ میں اس بات کا قائل نہیں کہ کوئی دہریہ بھی نیک چلن ہو سکتا ہے۔ حق سبحانہ تعالیٰ کے ماننے میں ایک عظیم الشان بات اور اصل یہ بھی ہے کہ اسکی صفات کو پورے طور پر مانا جاوے۔ صفات الٰہی کا مسئلہ ہی ایک ایسا مسئلہ ہے جس نے جس کے نہ ماننے سے دنیا کا بہت بڑا حصہ گمراہ ہوا ہے میں نے اس معاملہ پر بہت غور کیا ہے اور مختلف مذاہب کے اعتقادات اور مسائل کو خوب ٹٹولا ہے اور بڑی سوچ اور فکر کے ساتھ میں اس نتیجہ پر پہونچا ہوں کہ جس قدر مذاہب باطلہ موجود ہیں وہ سب کے سب اللہ تعالیٰ کی کسی نہ کسی صفت کے انکار سے پیدا ہوئے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے ایک ایسا گر اور اصل سمجھا دیا ہے کہ ہر مذہب باطلہ کو قرآن شریف کے ایک ایک لفظ کے ساتھ رد کر سکتا ہوں اور قرآن شریف کے کمالات اور فضائل میں سے یہ بھی ایک عظیم الشان امر ہے کہ اس نے **صفات الٰہی** کے مسئلہ کو خوب کھول کھول کر بیان کیا ہے کیونکہ اسی مسئلہ کو نہ سمجھنے کی وجہ سے دنیا نے ٹھوکر کھائی ہے اور وہ گمراہ ہوئی ہے۔ اور اس کے علاوہ **صفات الٰہی** کے مسئلہ سے ہی یہ راز بھی خدا کے فضل سے سمجھ میں آیا ہے کہ انسان جسقدر بدیوں اور گناہوں میں مبتلا ہوتا ہے اگر صفات الٰہی کے مسئلہ کو سمجھ لے اور اس پر پورا ایمان رکھے اور ہر بدی کے ارتکاب کے وقت یہ خیال کرے کہ اللہ تعالیٰ نگران ہے تو میں امید کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے اسے بچا لے۔

یہ امور اور یہ اصول سمجھ میں آتے ہیں جب انسان قرآن شریف میں تدبر کرے اور فکر کرے قرآن شریف پر تدبر اور فکر کی قوت پیدا ہوتی ہے تقویٰ سے جیسا کہ خدا تعالیٰ نے خود فرمایا ہے **واتقوا اللہ ویعلمکم اللہ** اور یہ میں نے ابھی بتایا ہے اور اسکی تفصیل کروں گا کہ تقویٰ کی حقیقت منکشف نہیں ہوتی یعنی سچا متقی انسان بن نہیں سکتا جبتک صادق اور راست بازوں کی صحبت میں رہنے کا اسکو موقع نہ ملے۔ اور انکی صحبت اختیار نہ کرے کیونکہ تقوی اللہ کی حقیقت منحصر ہے اولاً اللہ تعالیٰ کی ہستی پر کامل یقین پر اور یہ یقین بجز خدا تعالیٰ کے راست بازوں کی صحبت میں رہنے کے پیدا نہیں ہوتا کیونکہ اس صحبت میں رہ کر وہ اللہ تعالیٰ کے عجائبات قدرت کو مشاہدہ کرتا ہے اور خارق عادت امور کو دیکھتا ہے جو انسانی طاقتوں اور ارادوں سے بالاتر ہوتے ہیں ان امور اور عجائبات کو دیکھکر اللہ تعالیٰ پر ایمان پیدا ہونے لگتا ہے۔ اور پھر اسکی صفات پر یقین آتا ہے جس سے تقویٰ کی حقیقت اس پر کھلنے لگتی ہے اور وہ متقی بننے لگتا ہے۔

پس سچے عقائد کے اصول میں سے پہلی اصل اللہ تعالیٰ کا ماننا اور اسکی صفات پر ایمان لانا ہے اور یہ میں نے بتایا ہے کہ یہ ایمان پیدا نہیں ہوتا جب تک صادق کی صحبت میں نہ رہے

اب دوسرا امر عقائد کے متعلق یہ ہے کہ ملائکہ پر ایمان لاوے

ضرورت

احمدی سلسلہ کے علماء کی ناموں کی جنہوں نے باقاعدہ علم کی تحصیل کی ہو مجھے اشد ضرورت ہے کہ میں انکے ایک میں انکو مطبع کرا کر تحفہ دہ رسالہ ۴۴ صفحہ کی جیب ازدیاد ایمان (خاکسار سراج الحق نعمانی) قادیان

آپ بیتی

گذشتہ اشاعت سے آگے

سب ملا کر کوئی پچاس آدمی کا مجموعہ تھا مگر سب کے سب ملکر اچھی طرح سے گذارہ کرتے تھے کوئی کسی کا بار خاطر نہ تھا اور کسیکو کسی کے لیے خرچ کرنا گراں نہیں گذرتا تھا۔ چچا زاد گویا حقیقی بھائیوں سے زیادہ عزیز تھے مگر اب اسمیں بھی فرق آنے لگا اور ایک دوسرے کے درپے ہو گیا اتفاق کی صورت میں فرق آ گیا گو ظاہری بات سنبھلی رہی اور اسکی وجہ یہ تھی کہ اس عاجز کا رعب سب گھر والوں پر تھا کسیکو کسی قسم کی سبقت کی جرأت نہ ہو سکتی تھی۔ مگر چونکہ صورت اتفاق میں فرق آ گیا تھا اس لیے زندگی بے لطف سی ہو گئی۔ اور پھر علیحدہ ہونے کی نوبت آ پہونچی۔ اور سب کے سب علیحدہ علیحدہ الگ ہو گئے۔ صرف ایک میرا بھائی زکریا میرے ساتھ رہا۔ اور کارخانہ بھی ہمارے ہی سر پڑا کوئی دس برس کا عرصہ گذرتا ہے کہ میں قسم قسم کی ابتلاؤں میں پڑا اور کوئی پہلو زمانہ کا ایسا نہ رہا جس سے مجھکو سابقہ نہ پڑا ہو۔ اور ہر ایک پہلو پر تغیرات کلی کا اثر محسوس ہونے لگا۔ اور باوجود اسکے میری زبان پر اس کا شکوہ اور گلہ بھی رہا یہانتک کہ میں نے اپنے بعض دوستوں کو بعض کاموں سے روکا جو بظاہر اسوقت انکے لیے مفید تھے مگر درحقیقت میری نظر میں جو دو حالت سے گذر کر خوفناک ہو چکے تھے غرض انھوں نے میری بات نہ سنی اور فراخیوں میں مبتلا ہو گئے۔ اور اکثر مرتبہ میں ایسا ہی دیکھتا آیا ہوں یعنی جس پہلو کو کچھ مدت پہلے جیسا میں نے تصور کیا تھا آخر وقت پر وہ ویسا ہی ثابت ہوا۔ اور اس سے یہ امر میری طبیعت میں پیدا ہو گیا کہ چھوٹی سی بات پر بھی زیادہ غور کرتا۔ اور ایک ادنیٰ کام کو بھی بے سوچے کرنا میری طبیعت کے خلاف ہو گیا۔ اور ہر ایک پہلو سے زمانہ کو نازک سمجھنے لگ گیا۔ اسی عرصہ میں کچھ خسارہ بھی اٹھایا۔ اور کچھ لوگوں کے حالات کا تجربہ بھی ہو گیا۔ غرض یہ کہ جیسا کہ میں نے کسی قدر تفصیل کے ساتھ ابتدائی عمر کے حصہ کو خیر و خوبی کا مجموعہ بتایا ہے۔ اسی طرح وہ چند سال شر و فساد کا مجموعہ اپنی عمر کے اس آخری حصہ کو

زمانہ کو نہ پایا۔ اور اگر اسکی تفصیل لکھنے بیٹھوں تو شاید میرے ذاتی تجارب کی ایک بڑی کتاب بنجاوے اور میں نے ہر ایک پہلو کو نہ فقط اپنے ہی تجربے اور مشاہدہ پر چھوڑا بلکہ ہر ایک پہلو کے پختہ کار لوگوں کی شہادت بھی لے لی اور ہمیشہ ایک خوفناک حالت زمانہ میں زندگی بسر کرتا رہا۔ اور خاص کر تجارت کی حالت گذشتہ دس سال سے ایسی نازک ہوتی چلی آئی ہے کہ ہمیشہ زوال عزت و ناموس کا دھڑکا دلکو لگا رہا۔ اور شاید ۱۸۹۵ء و ۱۸۹۶ء میں دو لاکھ روپے کا خسارہ مجھ اکیلے کو تجارت میں مجھے بھگتنا پڑا۔ مگر خدا تعالیٰ نے مجھے ٹھوکر سے بچا لیا الحمد للہ علی ذلک

غرض اسکے بعد میں ہمیشہ تفکرات کے دریا میں ڈوبا رہا۔ اور زندگی گویا تلخ معلوم ہوتی تھی ایکطرف تو معاملات کی کچھ ایسی حالت دوسری طرف کچھ اپنی سیہ کاریاں اور شیطان یہ کہ جس پہلو کو ایک راحت کا موجب سمجھکر اختیار کیا جاتا تو وہاں سے بجز قلق اور پریشانی کے کچھ نظر نہ آیا۔ وہ راحت جسکو حاصل کرنا مقصود کرتا وہ تو رہی ایکطرف باقی رنج پہلے سے دہ چند ہوگیا غرض میں سچ سچ عرض کرتا ہوں کہ ایسی حالت دیکھکر میں موت کو زندگی پر ترجیح دیتا تھا۔ اور کسی کسی وقت میں اپنی سیہ کاریوں کے فکر میں ڈوب جاتا تھا اور اپنے آپ کو بدترین مخلوق سمجھتا تھا۔ اور باقی میری طبیعت میں خیر سگالی ابتدائے عمر سے چلا آیا ہے۔ وہ فقیر تک تاکسیکو بھی کسی قسم کا آزار پہنچانا میں عظیم گناہ سمجھتا تھا اور ہمیشہ تقاضے سے اکثر اس امر کی توفیق طلب کرتا تھا کہ وہ مجھے کسی کے آزار کا موجب نہ بناوے۔ غرض اسی حالت میں میرے بھائی حاجی ایوب فوت ہوگئے۔ جنکا مجھے بہت رنج ہوا اور حیرت بھی ہوئی۔ انکے بعد میرا چھوٹا بھائی زکریا بیمار ہوا۔ وہ مجھ سے بھائی گویا الگ ہوچکے تھے مگر زکریا میرے ساتھ تھے بمبئی میں انکی عزت ہر ایکطرح سے اچھی تھی تجارتی کاروبار میں مالی نقصان ملتی تھی اب انکا بیمار ہونا دوطرح کے رنج کا باعث ہوگیا جس کے سبب سے بڑی پریشانی سامنے تھی اور یہ قریب وہی زمانہ ہے جس میں کہ دو لاکھ روپے کے خسارہ کا ذکر کیا ہے غرض جب انکی علالت زیادہ ہوگئی تو میں نے بنگلور میں ایک مکان خریدا۔ اور تبدیل آب وہوا کے لیے انکو یہاں لے آیا ہر ہفتہ میں دو دن میں انکے پاس رہتا اور باقی دن مدراس میں۔

دوسرے انکار کا موجب جو اسوقت میرے سر تھا اُسکا ذکر میں کچھ نہیں کرتا۔ بس اتنا ہی کافی سمجھتا ہوں کہ میں کہدوں۔

دل است داند و من دانم و داند دل من

غرض ایک مرتبہ ایسا اتفاق ہوا کہ میں جمعہ کی شام کو مدراس سے چلکر ہفتہ کی صبحکو بنگلور پہونچا اور بھائی کے پاس بیٹھا ہوا تھا ایک منشی صاحب بھی اسوقت پاس بیٹھے تھے ادھر اُدھر کی باتچیت ہو رہی تھی اور موجودہ زمانہ کی حالت زار کا ذکر ہو رہا تھا۔ اور اسی اثنا میں میرا چھوٹا بھائی محمد صالح جو ایک روز پہلے سے بنگلور آیا ہوا تھا۔ وہاں آگیا اور ایک کتاب بھی ساتھ لایا۔ اور وہ یوں کہنے لگا کہ یہ کتاب مجھے سیالکوٹ (پنجاب) سے منشی غلام قادر فصیح نے بھیجی ہے اور قابل پڑھنے اور سننے کے ہے۔ یہ کہکر انہوں نے اسکو پڑھنا شروع کیا۔ اور وہ کتاب حضور اقدس کی پہلی کتاب دعویٰ مسیحیت اور مہدویت کے بعد کی تھی جس کا مبارک نام فتح اسلام ہے غرض اس کتاب کے کوئی دو ورق پڑھے ہونگے بعد میرے دل پر کس قسم کا اثر ہوا میں بیان نہیں کرسکتا مگر میرے بیمار بھائی زکریا مرحوم نے اسی وقت ایک جوش کے ساتھ باواز بلند کہدیا کہ **خدا کی قسم یہ بیشک سچے ہیں اور انکا کلام انکی پوری پوری شہادت دے رہا ہے**

غرض انکے اسکہنے پر میں اور وہ منشی صاحب بھی میرے ساتھ ہم آواز ہوگئے کہ بیشک یہ کلام کوئی نرالا اثر دلپر کر رہا ہے اور پھر دیر تک اسکو سنتے رہے یہانتک کہ اول سے آخر تک اسکو پورا سن لیا اور مجھے حضور کی طرف پورا پورا یقین ہوگیا۔ مگر مسیحیت کے دعوے پر کچھ تعجب سا رہا اور اسکے ساتھ یہ خیال بھی رہا کہ مسیح کے لیے تو یہ کہا جاتا ہے کہ وہ زندہ آسمان پر موجود ہیں اور پھر اپنے وقت پر وہاں سے دوبارہ نزول فرماوینگے۔ اور کسیطرح کا اسمیں اختلاف نہیں غرض اسوقت یہ فیصلہ کیا کہ خواہ کچھ ہی ہو مگر کتابیں تو سب منگوا کر دیکھنی چاہییں اور اسطرف مرحوم بھائی کا بار بار یہ کہنا کہ یہ بیشک اپنے قول میں صادق ہیں اور بہت جلد لوگوں پر یہ امر کھل جاویگا۔ حالانکہ انکی بہت ہی کم استعداد تھی مگر جیسا کہ پہلے اوپر ذکر کیا ہے بڑی ہی ذکی الطبع تھے اور انکی طبیعت ملانوں اور پیرزادوں سے ہمیشہ متنفر رہا کرتی تھی یہانتک کہ اگر کبھی مجھے کسی سے ملتے ہوے دیکھ لیتے تھے تو منع کہدیتے تھے کہ آپ کو ان مکاروں سے ہمیشہ دور رہنا چاہیے انکی صحبت میں کبھی خیر نہیں لیکن حضور اقدس کی کتاب کو سنتے ہی انکا یقینا قبول کرلینا انکی کمال فراست کی پوری دلیل تھی غرض میں دوسرے دن مدراس کو روانہ ہوا۔ اور یہاں پہونچکر سب کتابوں کے لیے خط لکھوا دیا اور جس کسی سے ملاقات ہوتی اسکا یہ تذکرہ کرتا۔ اور پھر ساتھ ہی موجودہ وقت کی ہر قسم کی برائیوں کیطرف انکی توجہ دلاتا اور اسوقت تک میری نظر صرف مسلمانوں ہی تک محدود تھی یعنی ہر طبقہ کے مسلمانوں کی ہی حالت پر میری نظر تھی جس کے مشاہدہ سے ہمیشہ دلکو درد پہنچتا تھا۔

باقی آئندہ

مذہبی دنیا پر سرسری نظر

آریہ سماج نے عبد الغفور کو آریہ کیا بنایا اسکو تو ایک پر لگگیا ہر اخبار اور رسالہ میں اس کا ذکر اور دیکے ذکر کے ضمن میں مقدس اسلام پر حملے کیے جاتے ہیں ہم انشاء اللہ کسی وقت عبد الغفور کے ترک مذہب پر ریویو کریں گے۔ بھارت مترا ایک معزز سناتنی اخبار نے ایک زبردست آرٹیکل میں عبد الغفور کے آریہ بنائے جانے پر سخت اظہار ناراضگی کرتے ہوئے ایک تحسین فقرہ لکھا ہے کہ "جیسا کہ آریہ سماج کی تاریخ میں عبد الغفور کا آریہ ہونا نئی بات ہے ویسے ہی ہندوستان کی تاریخ میں سنت کرانے کے بعد برہمچاری ہونا نئی بات ہے۔"

چہ خوش! امریکہ کی مذہبی حالت متزلزل ہے آجکل اسکے شہروں سے ایک آواز آرہی ہے عیسائی مذہب پر جو اسکا تنفر اسی سے ثابت ہے کہ مشرقی مذاہب کیطرف انکا رجوع بڑھ رہا ہے اور عیسائیت کے مقابلہ میں وہ وہم پرستی کو ترجیح دیتے ہیں۔ شکاگو شہر اور بھی طرفہ معجون ہو رہا ہے جہاں ڈاکٹر ڈوئی جیسے جھوٹے اپنے پیر وہم پہونچا رہے ہیں وہاں چارلس ویسلی ٹوٹن صاحب ایک عرصہ سے ایک اخبار جاری کیا ہے جس کے نامہ نگار اسکے اعلان کے موافق روحیں ہیں۔ چنانچہ اخبار کے پہلے نمبر میں حضرت آدم اور حضرت نوح کے مضامین

شائع ہوئے ہیں اور جس ریکلن اور ہورس اور گریلی کے مضامین بھی ہیں یہ اقتباس شائع کرتا نکلا ہے۔ ایسی اوہام پرستیاں بستی ہی ہیں کہ عیسویت کی وہاں کیا حالت ہے۔

پچھلے دنوں الہ آباد کے مشہور اخبار پائینیر میں ایک واقعہ چھاپا گیا تھا جس سے عیسائی اوہام پرستی کا زبردست ثبوت ملگیا ہے اور وہ یہ ہے کہ ایک ہندوستانی عیسائی عورت کا لڑکا بیمار ہوا انہوں نے پرانی عادت کے موافق کسی سیانی عورت کو بلایا اُسنے بہت کچھ تدابیر کیں مگر فائدہ نہ ہوا۔ آخر اُسنے نام پوچھا۔ ماں نے کہا کہ اس بچہ کا نام جیکب ہے سیانی بولی میں بھی کہوں بچہ کیوں راضی نہیں ہوتا اس نام پر بھلا کیسے آرام ہو۔ فوراً نام بدلا گیا بجائے جیکب کے الیور رکھا گیا۔ اور فائدہ بھی ہوگیا۔ ایک عیسائی اس خبر کو شائع کرتا ہے جس سے صاف ظاہر ہے کہ تبدیل مذہب ہمیشہ ضعیف الاعتقادی کو دور نہیں کرسکتا۔ اور اصل تو یہ ہے کہ عیسائی ہونے پر تبدیل ہو کیونکر جبکہ بھوت پریت اور جادو ٹونے سے بائبل کے اوراق بھی بھرے ہوئے ہیں۔

ممالک متحدہ امریکہ میں طلاق بڑی آسانی سے حاصل کیا جاسکتا ہے انگریزی صحافت سے معلوم ہوتا ہے کہ گذشتہ بیس برس کے اندر پانچ لاکھ سے زیادہ طلاق ہوچکے ہیں۔ یہ اسلام کی ہی فتح ہے کہ آخر کار ایسی ضرورتیں لاحق ہوتی ہیں جن کو مسئلہ طلاق سے فائدہ اٹھانا پڑا۔ کوئی اعتراض کرے یا نہ کرے لیکن عملی حالت آخر اسلام کی طرف دنیا کو لا رہی ہے۔

عیسائی عقائد وحی کے رو سے زمین ساکن اور سورج کو اسکے گرد گھومنے والا کہا ہے اسکے برخلاف گلیلیو نے ثابت کیا کہ زمین گھومتی ہے اس وقت کے پوپ صاحبان نے غریب گلیلیو کو قید خانہ میں ڈالکر مار دیا لیکن ایک زمانہ آیا کہ گلیلیو کا دعویٰ صحیح ثابت ہوا۔ تمام دنیا نے زمین کی گردش کو تسلیم کر لیا۔ جب عیسائیت پر اعتراض ہوا کہ تمھاری بائبل غلط تعلیم دیتی ہے اس اعتراض سے بچنے کے لیے آجکل کے روشن خیال عیسائی جو عذر پیش کرتے ہیں انکو سنکر ہنسی آتی ہے کہ ایک روشن خیال سمجھاتا ہوا لکھتا ہے کہ خدا نے یہ غلط واقعہ اسلیے بائبل میں لکھا تاکہ پوپ غلطی کھا کر گلیلیو وغیرہ پر ظلم کریں اور اس سے اپنے ثابت ہو جاوے کہ انھیں

دینی معاملات سے اسقدر بے خبر رہنا چاہیے نہ کہ مادی اور دنیاوی معاملات کا۔ ایک بڑے رومن کیتھولک کا قول ہے کہ قبل اسکے کہ ہم سائنس اور عیسائیت میں سے ایک کو جھوٹا کہیں ضرور ہے کہ حرکت کے معنے دریافت کریں ابھی سائنس میں ممکن ہے کہ دونوں خیالات بلحاظ اپنی اپنی تعریف لفظ حرکت کی صحیح ہوں۔ کیا خوب! سرے سے ہی جھگڑا کا فیصلہ تھا کہ جب ابن آدم خدا ہو سکتا ہے تو زمین کے ساکن ہونے پر کیا اعتراض!!!

حضرت حجۃ اللہ امام الملک کے مکتوبات

حضرت نواب محمد علی خان صاحب سلمہ ربہ کے نام

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی

محبی اخویم نواب صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ میں لودہانہ سے جب کل ایک دورہ مرض پھر ہوا بہت دیر تک رہا مالش کرانے سے صورت افاقہ ہوئی مگر بہت ضعف ہو اللہ تعالیٰ شفا بخشے ایسے جگہ ہماری جماعت کا ایک قافلہ تحقیق الملک کے لیے بہت جوش سے کام کر رہا ہے اور یہ اسلام کی صداقت پر ایک نئی دلیل ہے جو تیرہ سو برس سے آج تک کسی کی اسطرف توجہ نہیں ہوئی اگر مختصر خط میں میں آپ کو سمجھا نہیں سکتا کہ یہ کس پایہ کا کام ہے اگر آپ ایک ماہ تک اس خدمت میں مرزا خدابخش صاحب کو شریک کریں اور وہ قادیان میں رہیں تو میری دانست میں بہت ثواب ہوگا آئندہ جیسا کہ آپکی مرضی ہو دنیا کے کام نہ تو کبھی کسی نے پورے کیے اور نہ کرے گا دنیا دار نہیں سمجھتے کہ ہم کیوں دنیا میں آئے اور کیوں جائیں گے۔ کون سمجھاوے جبکہ خدا تعالیٰ نے نہ سمجھایا ہو۔ دنیا کے کام کرنا گناہ نہیں مگر مومن وہ ہے جو درحقیقت دین کو مقدم سمجھے اور جلد جلد اس ناچیز اور پلید دنیا کی کام یا بیوں کے لیے حسرات سوچتا ہے اور ہر ایک مصیبت کے لیے بھی فکر کرتا ہے اور اسکی ناکامی پر حسرت رنج اٹھاتا ہے ایسا ہی دین کی غمخواری میں غلطاں و پیچاں ہو۔

دنیا سے دل لگانا بڑا دھوکا ہے موت کا کچھ اعتبار نہیں موت ہر یک آنے سال نمونے دکھلاتی رہتی ہے دوستوں کو دوستوں سے جدا کرتی اور لڑکوں کو باپوں سے اور باپوں کو لڑکوں سے علیحدہ کر دیتی ہے مبارک وہ انسان ہے جو اس ضروری سفر کا کچھ بھی فکر نہیں رکھتا خدا تعالیٰ اس شخص کی عمر کو بڑھا دیتا ہے جو سچ مچ اپنی زندگی کا طریق بدلکر خدا تعالیٰ کا ہی ہو جاتا ہے ورنہ اللہ جل شانہٗ فرماتا ہے قُلْ مَا يَعْبَأُ بِكُمْ رَبِّي لَوْلَا دُعَاؤُكُمْ یعنی انکو کہدو کہ خدا تعالیٰ تمھاری پروا کیا رکھتا ہے اگر تم اُسکی بندگی اور عبادت نہ کرو سو جاگنا چاہیے اور ہوشیار ہونا چاہیے اور غلطی نہیں کھانا چاہیے کہ یہ گھر جنت ہے بنیاد ہے جنے اسلیے لکھا کہ میں اگر غلطی نہیں کرتا تو مجھے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ان دنوں میں دنیوی کام و غم میں اعتدال سے زیادہ مصروف ہیں اور دوسرا پلہ ترازو کا کچھ خالی سا معلوم ہوتا ہے میں نہیں جانتا کہ یہ تحریریں آپکے دل پر کیا اثر کریں یا کچھ بھی اثر نہ کریں کیونکہ بقول آپ کے وہ اعتقادی امر بھی اب درمیان نہیں جو بظاہر پہلے تھا میں نہیں جانتا کہ ہماری جماعت میں سے کوئی بھی ہلاک ہو بلکہ یا چاہتا ہوں کہ خود خدا تعالیٰ قوت بخشے اور زندہ کرے کاش اگر ملاقات کی بیگانگی آپکے دل میں باقی رہتی تو کبھی کبھی کی ملاقات سے کچھ فائدہ ہو جاتا مگر اب یہ امید بھی مشکلات میں پڑگئی کیونکہ اعتقادی محرک باقی نہیں رہا اگر کوئی لاہور وغیرہ میں کسی انگریز حاکم کا جلسہ جس میں خیالی طور پر داخل ہونا آپ اپنی دنیا کے لیے مفید سمجھتے ہوں تو کوئی دنیا کا کام آپ کو انکی شمولیت سے نہیں روکے گا خدا تعالیٰ قوت بخشے بیچارہ نورالدین جو دنیا کو بغم مالات مار کر اس جنگل قادیان میں آ بیٹھا ہے بیشک قابل نمونہ ہے بہتیری تحریکیں ہوئیں کہ آپ لاہور میں رہیں اور امرتسر میں رہیں دنیوی فائدہ طبابت کی رو سے بہت ہوگا مگر کسی کی بات انھوں نے قبول نہیں فرمائی میں یقینا سمجھتا ہوں کہ انھوں نے سچی توبہ کرکے دین کو مقدم رکھ لیا ہے خدا تعالیٰ انکو شفا بخشے اور ہماری جماعت کو توفیق عطا کرے کہ انکے نمونہ پر چلیں کیا آپ بالفعل اسقدر کام کرسکتے ہیں کہ ایک ماہ کے لیے اور کام کو ملتوی ہیں انداز کرکے مرزا خدابخش صاحب کو ایک ماہ کے لیے بھیجدیں۔ والسلام

خاکسار غلام احمد از قادیان ۲۰ اپریل ۱۸۹۵ء

ولہٗ ایضاً

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

محبی عزیزی اخویم نواب صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ۔
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ آنمکرم کے
چار خط یکے بعد دیگرے پہنچے آپ کے لیے دعا کرنا
تو میں نے ایک لازمی امر ٹھہرایا ہوا ہے لیکن بیقرار نہیں
ہونا چاہیے کہ کیوں اُس کا اثر ظاہر نہیں ہوتا۔
دعاؤں کے لیے تاثیرات ہیں اور ضرور ظاہر ہوتی ہیں
ایک جگہ حضرت ابوالحسن خرقانی رضی اللہ عنہ فرماتے
ہیں کہ تیس برس میں نے بعض دعائیں کیں جن کا کچھ
بھی اثر ظاہر نہ ہوا اور گمان گذرا کہ قبول نہیں ہوئیں
آخر تیس برس کے بعد وہ تمام مقاصد میسر آ گئے
اور معلوم ہوا کہ تمام دعائیں قبول ہو گئی ہیں
جب دیر سے دعا قبول ہوتی ہے تو عمر زیادہ کی
جاتی ہے اور جب جلد کوئی مراد مل جاتی ہے تو کمی
عمر کا اندیشہ ہے میں ایسا ہی دوست رکھتا ہوں
کہ ایک مطلب کے حصول کی بشارت خدا تعالیٰ کیطرف سے
سن لوں لیکن وہ مطلب دیر کے بعد حاصل ہو تا
موجب طول عمر ہو کیونکہ طول عمر اور اعمال صالحہ
بڑی نعمت ہے۔ اور آپ نے اپنے گھر کے لوگوں کی
نسبت جو کچھ لکھا تھا کہ بعض امور میں مجھے سخت پیچ
ہوتا ہے سو میں آپ کو اطلاع دیتا ہوں کہ میرا مذہب
نہیں ہے میں اس حدیث پر عمل کرنا علامت سعادت
سمجھتا ہوں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا ہے۔ اور وہ یہ ہے خَیْرُکُمْ خَیْرُکُمْ
لِاَھْلِہٖ یعنی تم میں سے اچھا آدمی وہ ہو جو اپنی
بیوی کے ساتھ اچھا ہو۔ عورتوں کی طبیعت میں
خدا تعالیٰ نے اسقدر کجی رکھی ہے کہ کچھ تعجب نہیں
کہ بعض وقت خدا اور رسول یا اپنے خاوند یا خاوند
کے باپ یا مرشد یا ماں یا بہن کو بھی بُرا کہہ بیٹھیں
اور ان کے نیک ارادہ کی مخالفت کریں سو ایسی
حالت میں بھی ایک مناسب رعب کے ساتھ اور
کبھی نرمی سے انکو سمجھاتے رہیں اور انکی تعلیم میں مشغول
رہیں۔ لیکن ان کے ساتھ ہمیشہ نیک سلوک کریں
اور مروت اور جوانمردی سے پیش آویں اور اُن کو
سمجھاتے رہیں کہ مسلمان کے لیے آخرت کا فکر ضروری
ہے تا خدا تعالیٰ مصیبتوں سے بچاوے وہ ہیبت
ناک چیز جو خاوند اور بیوی اور بچوں اور دوستوں
میں جُدائی ڈالتی ہے جس کا دوسرے لفظوں میں
نام موت ہے دعا کرنا چاہیے کہ وہ بیوقت نہ ملے
اور تباہی نہ ڈالے اور دل نرم رکھنا چاہیے اور
انکو سمجھاویں کہ نماز کی پابندی کریں نماز جناب الٰہی
عرض معروض کا موقعہ دیتی ہے اپنی زبان میں دعا
اور آخرت کے لیے دعائیں کریں تا بد تقدیروں سے
ڈرتے رہیں خدا تعالیٰ اُنپر رحم کرتا ہے جو اس کے
وقت میں ڈرتے ہیں۔ اور نیز آپ ان کے واسطے
نمازوں میں دعائیں کریں یہ نازک باتیں ہیں کوئی ادنیٰ
لغزش دیکھکر دل میں قطع تعلق کریں بلکہ دعاؤں
سے اصلاح کے لیے کوشش کریں اور پوری ہمدردی
سے کام لیں۔

اور آپ نے جو پانچہزار روپیہ لکھا ہے میرے
نزدیک آپ کا دوسروں کے شامل ہونا عمدہ طرز
نہیں بلکہ مناسب یہ ہے کہ آپ علیحدہ طور پر اشتہار
دیں کہ چونکہ مسلمانوں میں تفرقہ بڑھتا جاتا ہے
اور اسطرح قوم میں ضعف پیدا ہوتا جاتا ہے
اسلیے میں نے یہ تجویز سوچی ہے کہ مولوی محمد حسین بٹالوی
جو بانی مبانی اس تفرقہ کے ہیں شخص مدعی سے
مباہلہ کریں الہام کا مدعی جبکہ ایکسال کی مہلت الہام
کی بنا پر پیش کرتا ہے تو وہی مہلت قبول کر لیں
اگر اس مدت میں شخص مدعی ہلاک ہو گیا یا کسی اور
ذلیل عذاب میں مبتلا ہو گیا تو خود جماعت اُس کی
بے اعتقاد ہو کر متفرق ہو جائیگی اور اسطرح پر
قوم میں سے فتنہ اُٹھ جائے گا اور اس صورت میں
محض نیک نیتی اور ہمدردی قوم کی وجہ سے ہم
وعدہ کرتے ہیں کہ مبلغ پانچہزار روپیہ مولوی محمد
حسین صاحب کو بطور نذر کے دینگے اور انکی یہ
دو فتح شمار ہونگی کہ دشمن مارا اور روپیہ ملا لیکن
اگر اس سال کے عرصہ میں جو مباہلہ کے دن سے شمار
کیا جائے گا کوئی بلا مولوی صاحب پر نازل ہوئی
تو پھر سمجھنا چاہیے کہ مولوی صاحب اس جنگ و
جدل میں حق پر نہیں ہیں تو اس صورت میں قوم کو
شخص مدعی کیطرف بصدق دل رجوع کرنا چاہیے
یہ فیصلہ خدا کے ہاتھ میں ہے ممکن نہیں کہ بغیر ارادہ
الٰہی کے کوئی شخص یونہی مارا جاوے غرض یہ اشتہار
آپ کیطرف سے ہونا چاہیے اُمید کہ بڑا موثر
ہو گا اگر آپ اشارہ فرماویں تو اسی جگہ چھاپ
دیا جائے جلد مطلع فرمایا جاوے۔ اور سرس یعنی
سلطان الاشجار کے عرق نکالنے کے لیے پتے اور
بیج کافی نہیں پھول کی ضرورت ہے والسلام

خاکسار غلام احمد از قادیان

۲۰ نومبر ۱۸۹۹ء

میرے دوسرے حنفی بھائی بھی غور کریں

برادران! السلام علیکم۔ خاکسار راقم حنفی
المذہب ہے ایک اس لیے کہ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ
رحمۃ اللہ علیہ بھی وفات مسیح کے قائل ہیں میں حضرت اقدس
جناب مرزا غلام احمد صاحب کو وہی مسیح موعود اور
مہدی مسعود مانتا ہوں جس کا ہمارے نبی کریم صلی اللہ
علیہ وسلم نے اپنی زبان پاک سے وعدہ فرمایا تھا
شاید کوئی صاحب مجھ پر مقلد خیال کریں انکی تسلی کے
لیے یہ بھی لکھدیتا ہوں کہ میں کورانہ تقلید کو بہت
بُرا سمجھتا ہوں اور اس معاملہ میں میں نے جس قدر تحقیق
کی ہے وہ کوئی تھوڑی سی تحقیق نہیں خدا کے فضل
سے اب کوئی حاجت نہیں کہ تفسیروں اور محض شخصی
رایوں کی خاطر قرآن شریف اور احادیث کے اصل
معانی اور مفہوم کو ترک کر دیا جائے۔ قرآن مجید
میں جہاں جہاں لفظ توفی آیا ہے وہاں بجز قبض
روح کے دوسرے کوئی معنی نہیں لیے گئے ہاں ایں
سے جو آیات ...... وفیت کل نفس ما کسبت
وھم لا یظلمون کے مشابہ ہونگی اُس کے یہی معنی
کیے جائینگے جو آیت مذکورہ بالا سے ظاہر ہیں۔
اب اگر لفظ رفع کی نسبت کچھ اعتراض ہو تو مسیح اور
بلعم کے واقعات کا مقابلہ کر کے شک رفع کر لو کیونکہ
بلعم کے قصہ میں بھی وہی رفع مذکور ہے جس سے وہ
اپنی نافرمانی کی وجہ سے محروم رہا اور مسیح چونکہ ہمیشہ
فرمانبردار اور مطیع رہا تھا اس لیے وہ حسب وعدہ
ایزدی کامل کرامت سے بہرہ ور ہو چکا اور روحانی طور پر دوسرے
نبیوں کیطرح وہ بھی زندہ اور حضرت یحییٰ علیہ السلام
کے ساتھ دوسرے آسمان پر موجود ہے۔
صاحبان عقل سلیم بھی نہیں چاہتے کہ حضرت مسیح کو اسی
خاکی جسم کے ساتھ آسمان پر زندہ قرار دیا جائے
کیونکہ یہی ایک بیہودہ خیال ہے جس سے لاکھوں انسان
مرتد ہو گئے اور ناحق ایک عاجز ضعیف کمزور
ناتوان انسان کو خدا مان رہے ہیں اور پھر انکے
مقابل آنحضرت پر جو فی الحقیقت سید المعصومین
ہیں نہایت ہی بیجا الزام لگائے جاتے ہیں خدا جانے
آپ لوگوں کی حمیت کو کیا ہو گیا آپکی سنگدلی پر سخت
افسوس ہے اور کیا کیا جائے اب بھی وقت ہے جس قدر
جلدی ہو سکے مسیح کی حیات جسمی اور غیر متغیر زندگی کا
خیال جس میں نہ وہ کھاتا ہے نہ پیتا ہے بلکہ تمام بشری
لوازمات سے خدا کی طرح بے احتیاج سمجھا گیا ہے
دل سے نکال دیں اسلیے کہ قرآن اور احادیث صحیحہ کے

مخالف ہیں۔

صحیح بخاری کی اس حدیث کو (لعنۃ اللہ علی الیہود والنصاریٰ اتخذوا قبور انبیاءھم مساجد) جو صفحہ ۳۳۹ پر صحیح ہے غور سے پڑھیں مخبر صادق نے اس حدیث میں یہود کے علاوہ نصاریٰ کی قبر پرستی کی بھی خبر دی ہے اور یہ بھی یاد رہے کہ نصاریٰ کے دوسرے نبیوں میں سے دوسرے کسی نبی کو بھی مسیح کے برابر نہیں مانتے بلکہ بقول انجیل چور اور بٹمار ہی سمجھتے ہیں۔ آپ کے نزدیک اگر مسیح کی کوئی قبر نہیں۔ تو بتائے حدیث مندرجہ بالا کے کیا معنی ہیں شاید آپ نہ بتا سکیں تو میں بتا دیتا ہوں۔ حضرات! اصل بات یہ ہے کہ ملک شام میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی قبر کی پرستش ہوتی ہے اور یہ وہی قبر ہے جس میں حضرت عیسیٰ آیت ولکن شبہ لہم کے نیچے آکر بحالت بیہوشی رکھے گئے تھے اور اسی بیہوشی کی وجہ سے انھیں مردہ سمجھ لیا گیا تھا وہ یہی ظن ہے جس کی اب تک پیروی کی جا رہی ہے اگر کسی کا یہ اعتراض ہو کہ ولکن شبہ کا مصداق مسیح نہیں بلکہ کوئی دوسرا شخص تھا تو انکو چاہیے کہ اسبات کا ثبوت قرآن اور احادیث سے دیں۔ دوسرا شاید کوئی صاحب یہ بھی اعتراض کریں کہ یہ قبر جعلی ہے یہ نہایت ہی ضروری ہے کہ اعتراض کرتے وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک شان اور رتبت تامہ کو بھی مد نظر رکھ لیں کیونکہ نبی کی شان سے یہ بہت بعید ہے کہ خلاف واقعہ بات کو الفاظ صحیحہ پر استعمال کرے اور پھر رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم جو معرفت اور ہر ایک بات میں سب کو بڑھے ہوئے تھے۔ کیا کوئی مسلمان کہہ سکتا ہے کہ آنحضرت کو اسبات کی اطلاع نہیں ہوئی کہ نصاریٰ تو اصل قبر کی پرستش کرتے ہیں یا مصنوعی کی اب میں دیکھنا چاہتا ہوں کہ وہ کون ہے جو رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے علم غیب کا جسقدر کہ انکو دیا گیا تھا واقعی طور پر معترض ہو میں یہ نہیں کہتا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ابتک اس شامی قبر میں مدفون ہیں مگر اتنا تو ضرور کہونگا کہ یہ قبر جعلی نہیں مسیح سے ضرور کچھ نہ کچھ تعلق رکھتی ہے اور جس میں کامل طور پر مدفون ہیں وہ سری نگر کشمیر محلہ خان یار میں ہے جو چاہے جا کر دیکھ سکتا ہے۔ زیادہ والسلام

خاکسار محمد حسین مسافر احمدی ۹ر ستمبر ۱۹۰۳ء

مختصر نوٹ اور نکات

اسلام ایک ایسا پاک مذہب ہے کہ اس کے رو سے ہر شخص کبائر اور فواحش سے بچ سکتا ہے اور معمولی لغزشوں سے توبہ کرکے آیندہ کو اپنی حالت درست کر سکتا ہے اور ابدی حیات کا وارث ہو سکتا ہے بخلاف اسکے آریوں میں ایک گناہ یا سہو بھی معاف نہیں ہو سکتا اور نہ کوئی شخص ابدی نجات حاصل کر سکتا ہے اور ایسا ہی عیسائی مذہب کے رو سے تو انسان کو فطرتی طور پر گنہگار اور شریر قرار دیا ہے۔ ع ببیں تفاوت رہ از کجاست تا بکجا۔

اللہ تعالے نے انسان کی فطرت میں ایک بالا ہستی کا اقرار مرکوز و ودیعت کیا ہے پس اگر خارجی اسباب اسکے مانع نہ ہوں اور صحبت بری نہ ہو جاوے تو ہر ایک صاحب تمیز ہونیکے بعد اسکے لوح دل پر توحید الٰہی کے نقش مرتسم ہوں اور اللہ تعالے کی ربوبیت کا قایل ہو جاوے یہی وہ فطرتی نقش ہے جسکو عہد الست یا میثاق ازل کہتے ہیں اور یہی وہ پاک راز ہے جو سید ولد آدم صلی اللہ علیہ وسلم کے ان پاک کلمات میں ہے کل مولود یولد علی فطرۃ الاسلام فابواہ یہودانہ او یمجسانہ او ینصرانہ یعنی ہر ایک بچہ اسلام کو قبول کرنے والی فطرت پر پیدا ہوتا ہے پھر اسکے ماں باپ یا اسے یہودی بنا لیتے ہیں یا مجوسی یا نصاریٰ۔ اور اسی فطرت کو اللہ تعالے نے اپنے پاک کلام میں یوں ادا فرمایا ہے فطرۃ اللہ التی فطر الناس علیہا لا تبدیل لخلق اللہ ذلک الدین القیم ولکن اکثر الناس لا یعلمون یعنی فطرت اللہ وہی فطرت ہے جسپر اللہ تعالیٰ نے انسان کو پیدا کیا ہے (یعنی اسلام کو قبول کرنے کے لائق اور ربوبیت کا اقرار کرنے والی) اللہ تعالے کی پیدائش میں رد و بدل نہیں ہو سکتا یعنی اللہ کسی انسان کی فطرت ایسی نہیں بنائی جو اللہ کی توحید اور اسلام کو قبول کرنے والی نہ ہو یہی فطرت اللہ ہے اور دین القیم ہے مگر اکثر لوگ نہیں جانتے۔

غرض فطرتاً انسان اسلام ہی پر پیدا ہوتا ہے پھر خارجی اسباب اسپر مختلف قسم کے اثر ڈالتے ہیں اسلیے ضروری ہے کہ انسان اپنی صحبت اپنے مطالعہ کتب اور دوسرے اسباب پر نگاہ کرے کہ وہ اسکی فطرت پر کیسا اثر ڈال رہے ہیں

ایک فلاسفر لکھتا ہے کہ جسکی احتیاج نہایت ہی کم ہے اسکو سب سے زیادہ خدا کا قرب حاصل ہے کیونکہ کسی چیز کی حاجت نہ رکھنا ذات باری کی صفت ہے ہم اکثر اپنی ناخوشی کی شکایتیں کرتے ہیں لیکن کیوں؟ صرف اسلیے کہ اپنی واقعی حاجتوں سے زیادہ طلب کرتے ہیں زندگی فی نفسہا ناخوش نہیں مگر ہم اپنی خواہشات کو بڑھا کر اسے ناخوش بنا لیتے ہیں بقول شاعر۔ شعر

حرص قانع نیست بیدل ورنہ اسباب معاش
آنچہ ما درکار داریم اکثرے درکار نیست

بہت سے مصائب اور تکالیف جو ہمکو اپنی زندگی میں سہنے پڑتے ہیں ہمارا اپنا فعل ہے کیونکہ قدرت کے اخلاقی قوانین کو توڑنے سے پیدا ہوتے ہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ولا تلقوا بایدیکم الی التہلکۃ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت کا اندازہ کرنا ممکن ہو جاتا ہے جب انسان اس قوم پر نگاہ کرتا ہے جو آپ نے طیار کی وہ ہر شغل میں دل بیار دست بکار کی مصداق قوم تھی یعنی دل خدا کیطرف اور ہاتھ کام میں لگے ہوئے کوئی تجارت اور دستکاری ذکر اللہ سے انکو غافل نہیں کر سکتی تھی چنانچہ اللہ تعالیٰ نے بھی انکی تصدیق کی لا تلہیہم تجارۃ ولا بیع عن ذکر اللہ۔

پس ہماری آرزو اور پھر آرزو کے ساتھ ہی سعی اور سعی پر دعا یہی ہونی چاہیے کہ اللہ تعالیٰ ہمکو بھی ایسی توفیق عطا کرے۔ آمین۔

ہمارے اندر اللہ تعالیٰ نے ایک ہادی اور ہدایت بھی رکھا ہے جو انسان کو برائیوں کے ارتکاب پر متنبہ کرتا ہے اور یہی نہیں کہ وہ برائیوں سے روکتا ہے بلکہ اگر اسکی مخالفت کرو۔ تو دل میں سخت ندامت اور افسوس پیدا ہوتا ہے اور اسکی ہدایت پر کار بند ہونے سے دل میں ایک سرور اور لذت آتی ہے جس جس قدر انسان اس نور ہدایت کی مخالفت کرتا ہے اسی قدر دل کمزور ہوتا چلا جاتا ہے یہانتک کہ متواتر اسکی مخالفت اور ارتکاب معاصی کچھ ایسا بے حس بنا دیتا ہے کہ دل بالکل ہی مردہ ہو جاتا ہے اور پھر اسکی آواز سنائی نہیں دیتی۔ یہ وہ حالت ہے جہاں ختم اللہ علی قلوبہم کا اطلاق ہوتا ہے اللہ تعالے ہم سب کو اس سے محفوظ رکھے۔

قیاس کن زگلستان من بہار مرا۔ مشہور بات ہے یورپ اور امریکہ میں جو انقلاب پیدا ہو رہا ہے یہ عظیم الشان کامیابی کا پیش خیمہ ہے جو ترسر

صلیب کے لفظوں میں رکھی ہوئی ہے۔ حقیقت وہ نظارہ بھی کیسا ہی عجیب اور معا مسرت افزا ہوگا جب مغربی قومیں نیازمندی کے ساتھ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کیطرف رجوع کرینگی۔ خدا کرے کہ ہم ان وعدوں کو پورا ہوتے ہوئے دیکھیں۔ آمین۔

پیشگوئیوں کے پورا ہونے کے متعلق جو دن کا لفظ بولا جاتا ہے اس میں ایک روحانی سِر ہوتا ہے کہ اس سے مراد اللہ تعالےٰ کے نزدیک۔ متناسب حصہ زمانہ کا مراد ہوتا ہے جس کے تمام اجزا متشابہ اور یکساں ہوتے ہیں پھر جب دوسرا زمانہ آتا ہے جو پہلے زمانہ سے امتیاز اور اختلاف رکھتا ہے تو کہا جاتا ہے کہ وہ دوسرا دن یا۔ دوسرا ہفتہ یا دوسرا مہینہ ہے مثلاً جیساکہ دن سے مراد وہ وقت محدود ہے جو تغیرات کے بیچ ہے یعنی آفتاب کا طلوع اور آفتاب کا غروب ویسا ہی روحانی طور پر اس وقت محدود کا نام دن ہوگا جو دو روحانی تغیرات کے اندر واقع ہے جیساکہ بدر کی فتح کے لیے ایک دن کا وعدہ دیا گیا اور لکھا گیا کہ صرف ایک دن کی میعاد ہے پھر فتح ہوگی حالانکہ اس دن سے مراد برس تھا اور دن سے مناسبت یہ تھی کہ یہ فتح بھی دو تغیروں کے اندر تھی ایک یہ تغیر عظیم کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اپنے آبائی شہر سے ہجرت کے طور پر نکلے اور اس آفتاب صداقت نے مدینہ کی طرف رجوع کیا دوسرے یہ کہ اس آفتاب کا مدینہ پر طلوع کیا مکہ والوں کے لیے غروب کے حکم میں ہوگیا سو طلوع بھی متحقق ہوگیا اور غروب بھی پس جب وہ آفتاب مکہ سے چھپ گیا اور وہ عاشق الٰہی ان کو چھوڑ کے نکل گیا تو پھر مکہ میں کیا تھا؟ ایک اندھیری رات تھی نہ وہ انوار رہے نہ وہ انوار رہے پہلے تو مکہ کو ملائک کی صفوں نے گھیرا ہوا تھا اور پھر شیاطین کی جماعتوں نے گھیر لیا نور جاتا رہا اور ظلمت آگئی اسی کی طرف ہی اشارہ تھا ما کان اللہ لیعذبھم وانت فیھم یعنی خدا ایسا نہیں کہ مکہ والوں پر عذاب نازل کرے اور تو بھی ہو کیونکہ آپ [illegible] یہ غیر ممکن ہے کہ آفتاب کے ہوتے عذاب کی ظلمت نازل ہو مگر جب اس آفتاب صداقت نے مدینہ میں طلوع کیا تو وہاں دن چڑھ گیا اور مکہ میں علامات غضب کا ظہور اور اس طرح دو تغیر عظیم ظہور میں آگئے جن میں دن محدود ہوتا ہے یہ ہے راز دن کے وعدہ میں۔

حضرت حکیم الامت کے ارشادات

نادان اعتراض کرتے ہیں کہ مسلمانوں میں مسئلہ غلامی ہے حالانکہ اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے جسنے غلاموں کے آزاد کرنے کے لیے [illegible] کرنیکی ہدایت کی ہے۔

مومن کے کئی کان ہونے چاہییں یعنی اسکو بڑا ہوشیار اور چوکنا ہونا ضروری ہے غفلت مومن کا کام نہیں۔ تم اندازہ کرو۔ کہ کسقدر مستعدی اور ہوشیاری سے کام لیتے ہو۔

قرآن شریف کی تلاوت کا خاص منشا یہ ہے کہ اسپر ایمان لایا جائے اور عمل کیا جائے اسکو سمجھا جائے اوروں کو سمجھایا جائے اور عمل کرنیکی کوشش کی جائے۔

نماز اللہ تعالیٰ کی کبریائی بیان کرتی ہے نماز میں نظافت اور طہارت ہوتی ہے نماز میں اللہ تعالےٰ سے دعا مانگی جاتی ہے اس میں ایاک نعبد و ایاک نستعین کا شریف انسان کو اقرار کرنا پڑتا ہے۔ سکان کو مسلمان ہونیکے لیے دو کام کرنے چاہییں قرآن کی کم از کم پانچ آیات اور زیادہ سے زیادہ دس آیتیں فکر سے پڑھنی چاہییں اور اس طلب کے لیے پڑھنی چاہییں جو قرآن شریف کی تلاوت کا اصل منشا ہے دوسرے نماز کو درستی سے پڑھنا چاہیے۔

سب سے بہتر وہ شخص ہے جس میں تین باتیں ہوں

اول۔ دعوۃ الی اللہ۔ اللہ تعالےٰ کی طرف دعوت کرنا۔

دوم۔ عمل صالح۔ دین و دنیا میں سنوار کے کام کرنا۔

سوم۔ اننی من المسلمین۔ اور بلند آواز سے کہدے اور اپنے عمل سے دکھا دے کہ میں بڑا سچا فرمانبردار ہوں۔

نیچر کی کوئی چیز کامل نہیں ہو سکتی جبتک ایسے سے اسکی تائید نہ ہو جیساکہ ہماری آنکھیں کچھ نہیں دیکھ سکتیں جب تک آسمانی روشنی نہ ملے۔ آسمان اور زمین جب ملجاتے ہیں تو بڑے بڑے نشانات اور نتیجے پیدا ہوتے ہیں آسمان اور زمین کے ملنے کے بغیر جب جسمانی کام نہیں ہوتے تو روحانی کام بھی ان دونوں کے ملنے کے بغیر درست نہیں ہو سکتے۔ آسمان اور زمین کی ملاوٹ مومن کے لیے بڑے بڑے کام کرتی ہے؟ اور یہ وہ صورت ہے جو الہام اور عقل کے باہم ملنے سے پیدا ہوتی ہے اگر آسمانی الہام عقل کے ساتھ نہ ملیں تو زمینی عقل باقی نہیں رہتی اور اگر انسان کی قوتیں ہوں اور الٰہی طاقتوں سے نہ ملیں تو انسانی قوتیں معطل ہو جاتی ہیں اور اگر الہام الٰہی ایسے لوگوں پر اترے جنکو اُن کے لینے کی عقل نہ ہو تب بھی الہام الٰہی انکو کوئی فائدہ نہیں دے سکتا۔

جلسۃ الوداع کی تقریب پر
حضرۃ مولوی عبدالکریم صاحب کا وعظ

الٓمّٓ۔ ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ فِيْهِ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ

حضرۃ حکیم الامۃ نے بھی اسی آیۃ شریفہ پر اسی موقع اور تقریب پر ایک وعظ فرمایا تھا جو انشاء اللہ تعالےٰ اپنے موقعہ پر الحکم میں درج ہوگا حضرت مولانا مولوی عبدالکریم صاحب نے بھی اسی آیۃ کو اختیار کیا اور تقریر فرمائی۔ جس سے قرآن کریم کے حقائق اور معارف کے بے پایاں سمندر کی لہروں کا پتہ لگتا ہے۔ اور ہر گلے را رنگ و بوئے دیگر است کا مضمون صحیح طور پر ثابت ہوتا ہے اپنے ناظرین کے فائدہ کے لیے ہم دونوں تقریریں بحولہٖ و قوتہٖ درج کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں انشاءاللہ

(ایڈیٹر)

اس آیت شریف کو میں نے اپنی تقریر کے لیے اختیار کیا کیونکہ میرے پیش نظر کچھ مقاصد اور اغراض ہیں جو میں بعد میں بیان کرونگا۔ اسی آیت شریف پر میرے مخدوم مولانا مولوی حکیم نورالدین صاحب نے بہت کچھ بیان فرمایا ہے اور آپ نے سنا ہے لیکن چونکہ یہ کلام ربانی وسیع ہے اور کوئی شخص کبھی دعویٰ نہیں کر سکتا کہ وہ اسپر احاطہ کر سکتا ہے اسلیے میرے لیے میرے رب نے جو کچھ اس پاک کلام کے معارف میں حصہ رکھا ہے میں اسے اپنی طاقت اور ظرف کے موافق لونگا۔ اور اپنی استعداد کے

موافق بیان کروں گا ۔ مگر محض اسی کے فضل سے اور اسی کی توفیق سے ۔

اس رکوع میں الذین یؤمنون بالغیب ایک حصہ آیت ہے مینے اسپر عرصہ دراز تک غور کی ہے اور سوچاہے کہ یہ فقرہ جو قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے رکھاہے اس سے کیا غرض ہے ؟ وہ کیا ضرورت تھی جو اتنی بڑی عظیم الشان کتاب میں اس کا اندراج ہوا قرآن کریم میں اسکے اندراج نے مجھے اس امر کیطرف متوجہ کیا کہ عظیم الشان مقاصد کے بغیر یہ فقرہ اللہ تعالیٰ کے کلام میں نہیں آیا + اس فلاسفی پر غور کرنے سے میں جس نتیجہ پر پہونچا ہوں وہ اسوقت پیش کرتا ہوں ۔

مینے معلوم کیاہے کہ جس قدر ترقیات انسان نے آجتک کی ہیں اور ہمیشہ کرے گا اُن کی جڑ ایمان بالغیب ہے + یہ ایک لذیذ فلسفہ اور لطیف سائنس ہے اگر آپ اس اصل پر غور کریں اور پھر قرآن شریف کی عظمت اور جلال آپ کو معلوم ہوگا اس مجید اور حکیم کتاب کی ترتیب اور ترکیب کیسی محکم اور ابلغ ہے ۔

بت پرستی کیوں تمام ترقیات کی حارج ہوتی ہے اور کیوں **بت پرست** کا قلب **علوم حقہ** کا مخالف اور معارف کا دشمن ہوتاہے ؟ اسکی یہی وجہ ہے کہ ایمان بالغیب سے وہ محروم ہوتاہے اور مخلوق سے ایسی دل لبستگی پیدا کرتاہے اسی کے سمجھانیکے لیے قرآن شریف میں پتھروں کو **حجارہ** کہا کیونکہ اسکے لفظ ہی میں یہ بات موجود ہے کہ **وہ جو** انسان کو ترقی سے روک دیتاہے ۔ روحانی ترقیات کے بلند در بلند جوش اس سے لیست ہو جاتے اور رفتہ رفتہ بالکل سلب ہو جاتے ہیں ۔ یہ کشش اور **طاقت ایمان بالغیب** ہی ہے جو انسانکو ترقیات کے پہاڑوں پر چڑھا دیتاہے اور دشوار گذار اور خطرناک راستوں کو ایسی آسانی کے ساتھ طے کرا دیتاہے گویا وہ سیدھی سڑکیں ہیں اس کے مقابلہ میں نامراد بت پرست یہانتک گرتا ہے کہ وہ چیچک کے لیے بھی ایک دیوی اور وبا کے دیوتے مانکر مانی جن کے اصولوں تک کو چھوڑ دیتا ہے ۔ اور اسطرح جسمانی صحت اور جسمانی ترقیوں سے بھی محروم ہو جاتاہے ۔ جب جسمانی ترقیوں اور مادی امور میں اسکی یہ حالت ہے تو روحانی امور میں جو عمیق در عمیق اسرار اور نہاں در نہاں راز ہوتے ہیں اسکا پے لیجانا بالکل ناممکن اور محال ہے ۔ اور یہی وجہ ہے کہ بت پرستی ترقیات کی مانع ہے ۔

پھر ایک اور امر قابل غور ہے انسانی فطرت میں جب ہم غور کرتے ہیں تو معلوم ہوتاہے کہ انسان پرواز کرنی چاہتاہے اور ترقیات کے میدان میں آگے سے آگے نکلنا چاہتاہے جس قدر کوئی امر نہاں اور اسکی رسائی سے پرے ہو اُسیقدر وہ آگے بڑھ کر اس تک پہونچنے کی کوشش کرتاہے ۔ اگر سو کوٹھڑیاں بند کی ہوئی ہوں ۔ اگرچہ انمیں بھوسہ کے سوا کچھ بھی نہ ہو ۔ لیکن جب ان کوٹھڑیوں کو تم کھولنا شروع کردو ۔ تب ہر ایک کوٹھڑی کے کھلنے پر معاً طبیعت میں ایک بیقراری اور اضطراب دوسری کوٹھڑی کے کھلنے کے لیے ہوگا ۔ یہانتک کہ تم ننانویں کوٹھڑیاں کھولدو ۔ پھر بھی وہ خواہش فطرت میں بدستور موجود رہیگی جبتک کہ وہ سویں کوٹھڑی بھی نہ کھولدی جاوے اس سے صاف معلوم ہوتاہے کہ فطرت انسانی تڑپ رکھتی ہے کہ نہاں در نہاں اسباب اس کے سامنے ہوں ۔ اس غیب اور مخفیت ہی نے اسکو ہمت اور حوصلہ دلایا کہ وہ لگاتار ان کوٹھڑیوں کے کھولنے کے لیے جہد و کوشش کرتا رہا ۔ اگر عیاں ہوتی تو اس میں وہ حرکت اور ہمت ہی پیدا نہ ہوتی ۔

جس قدر خواص الاشیا ہیں وہ نہاں در نہاں ہیں اگر یہ ساری چیزیں اور تاثیرات عیاں ہوتیں تو دنیا میں حیوانات اور انسانوں کے درمیان کچھ بھی مابہ الامتیاز نہ ہوتا ۔ لوہے کے اندر جو خواص اور قوتیں ہیں جو منافع اس میں رکھے ہوئے ہیں اسی طرح لکڑی اور احجار کے منافع اگر مخفی نہ ہوتے تو اسقدر ترقی ہاں حیرت انگیز ترقی جسنے دنیا کو حیران کر رکھاہے اور ڈھونڈنے کا مشغلہ ہو رہاہے نظر نہ آتی + بلکہ جسطرح جانور محدود باتوں پر ٹھیرے ہوئے ہیں اسی طرح انسان بھی ہوتا + اب یہ مسئلہ کیسا صاف اور روشن نظر آتاہے کہ ساری ترقیوں کی جڑ میں **ایمان بالغیب** کا اصول ہی کام کر رہاہے اس اصل کو مدنظر رکھکر جب میں اسپر سوچتا ہوں ایک عجیب ذوق اور سرور آتاہے کہ خدا جو ہم علم اور رحم اُمید ہے اسنے جس حیثیت میں اپنے تئیں رکھاہے وہ یہی ہونی چاہیے تھی کہ جس سے انسان ترقیات کے اعلیٰ مدارج اور معراج کو حاصل کرتا اسکے قویٰ میں جو ہمت اور سعی کا مادہ رکھا گیا وہ اس سے کام لیتا وہ بڑا ہی بدقسمت اور تیرہ اندرون انسان ہے جو اللہ تعالیٰ کو مادی اور مشہود ہی سمجھتاہے میں سچ کہتا ہوں کہ اس سے بڑھ کر علوم حقہ کا دشمن اور کوئی شخص نہیں ہوسکتا جو **ایمان بالغیب** کی حقیقت اپنے اندر پیدا نہیں کرتا۔ سب سے بڑھ کر حقائق اور معارف کا دشمن وہ قوم ہے جس نے مریم کے بیٹے کو خدا بنایا ہے اور اپنی فطرۃ کو علوم حقہ کے خلاف بنانے کی کوشش کی ہے ۔ سائنس اور فلسفہ کی اسقدر ترقی کے دنوں میں روشنی اور تہذیب کے مدعی ہوکر بھی اس قسم کا اعتقاد رکھنا سائنس فلسفہ ۔ اور تہذیب کی مٹی پلید کرنا ہے + جب ہم ایک محدود القویٰ اور محدود العلم ہستی کو دیکھتے ہیں اسکی بابت کہا جاتاہے کہ یہی خدا ہے تو ترقیات کی جڑیں اس سے کٹ جاتی ہیں ۔ اور سعی اور مجاہدہ کی قوتوں کا استیصال وہیں ہو جاتاہے اور آگے بڑھ سکتے ہی نہیں ۔ میری سمجھ ہی میں نہیں آتا کہ حق کے دشمن علوم کے دشمن ہاں سچائی اور صداقت کے دشمن ایک عاجز انسان کو خدا مانکر کسطرح کہہ سکتے ہیں کہ ہم روحانی مدارج ترقی کے حاصل کرتے ہیں ۔ یا روحانی خوبیاں ہم میں پیدا ہوتی ہیں ؟ ہرگز نہیں ایسا دعویٰ نرا دعویٰ ہے جسپر کوئی دلیل نہیں تعجب اور حیرت کا مقام ہے کہ وہ قوم جو اپنے آپکو علوم جدیدہ کی ماہر اور سائنس اور فلسفہ کی معراج پر پہونچی ہوئی سمجھتی ہے اسنے ساری علوم کی مٹی پلید کردی جب میں ان کے اس عقیدہ پر غور کرتا ہوں تو میرا جی چاہتا ہے کہ ان کے علوم اور سائنس کے دعاوی پر تھوک دوں ۔ کہاں علوم عالیہ اور کہاں ایک عاجز انسان جو عورت کی پیشاب گاہ سے پیدا ہوتا ہے اسکے خدا بنانے کا اعتقاد !!! معاً جب ہماری نظر اسپر پڑتی ہے تو سر سے پیر تک ہم اسپر محیط ہو جاتے ہیں اور اسکے سارے خال و خط اور تمام حوائج ہمارے ذہن میں سما جاتے ہیں پر کوئی بتائے کہ ہماری روح میں اس محدود اور کمزور اور ناتوان ہستی کو دیکھکر اس میں ترقی کے لیے جوش کیونکر پیدا ہو ۔ اس سے دعا مانگنے کے لیے کیا جذبات اور جوش آئے جب خود اسکو دیکھتے ہیں کہ ساری رات چلاتا ہے کہ ای باپ یہ پیالہ مجھ سے ٹالدے مگر ساری رات کی آہ و زاری اور بیقراری بیفائدہ اور رائگاں جاتی ہیں جب دیکھتے ہیں کہ خدا کی مغضوب اور لعنتی قوم اسکو پکڑ کر صلیب پر چڑھا دیتی ہے اور وہ ایلی ایلی لما سبقتانی کہتا ہوا جان دیدیتاہے ۔ پھر اسی دیکھتے ہیں کہ پیشاب پاخانہ کے لیے بیقرار ہوتاہے اور بھوک سے جاں بلب ہوکر انجیر کے درخت کیطرف بھاگتاہے اور نہیں معلوم کہ یہ موسم اسکے پھل لانے کا ہے یا نہیں ۔ باقی آیندہ

تفسیر القرآن بالقرآن

یہ ایک بینظیر تفسیر ہے جسکو جناب ڈاکٹر عبد الحکیم خانصاحب ایم ۔ بی ۔ نے کمال محنت کے ساتھ تصنیف فرماکر بغرض اصلاح حضرت مسیح آخر الزمان عم اور مولانا نور الدین صاحب کو بعض حصے زیادہ سنا دی تھی مسیح الزمان عم نے وقتاً فوقتاً اسکی نسبت یہ ارشاد فرمائے ۔ نہایت عمدہ ہے ۔ شیریں بیان ہے ۔ قرآنی نکات خوب بیان کیے ہیں ۔ دل پر اثر کرنیوالی ہے ۔ حضرت مسیح الزمان

مطبع انوار احمدیہ میں شیخ یعقوب علی تراب کے اہتمام سے مطبع ہوا قادیان

صعودِ مسیح کا ابطال

ایک عیسائی قلم سے

بروئے قانون شہادۃ

کیا مسیح مُردوں میں سے جی اٹھا تھا

اس عنوان سے ایک مضمون لنڈن کے ایک اخبار بنام کلیرئن واقعہ ۲۶ جون ۱۹۰۴ء میں نکلا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے مسٹر رابرٹ بلاچفورڈ ایڈیٹر نے مسیح کے دوبارہ جی اٹھنے کو عقل اور سائنس کے خلاف ہونے پر اسی اخبار میں متواتر آرٹیکل لکھے ہیں جس پر آرک ڈیکن ولسن نامی عیسائی پادری نے راشڈیل پیرس چرچ میں ایک تقریر کی جس میں انھوں نے مسیح کے دوبارہ جی اٹھنے پر کچھ شواہد پیش کرکے مسٹر بلاچفورڈ کے دلائل کی تردید کی۔ اس تقریر کا خلاصہ یہ ہے کہ کیا مسٹر بلاچفورڈ کو آجتک یہ خیال نہیں گذرا ان اٹھارہ سو سال میں کسقدر فلاسفر اور عالم گذرے ہیں جو اس مسئلہ کی صداقت پر مہر لگا گئے ہیں مسٹر بلاچفورڈ میں کونسی ایسی خصوصیت پیدا ہو گئی ہے کہ وہ اٹھارہ سو برس کی بات کو جھٹلاتے ہیں کیا وہ نہیں جانتے کہ ان کی عقل اور قویٰ محدود ہیں کیا یہ ممکن نہیں ہے کہ وہ غلطی نہیں کرسکتے اور ممکن ہے کہ اس مسئلہ کے بارہ میں غلطی پر ہوں +

ہاں اُن کے دلائل کچھ وقعت رکھ سکتے تھے۔ اگر یہ کسی معمولی آدمی کا ذکر ہوتا مگر یہاں تو معاملہ اور ہے کیونکہ جب ہم پولوس وغیرہ کی چٹھیاں اور ویسے دوسرے حالات کو پڑھتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ انھوں نے ایسے کارنامے کیے ہیں کہ عقل انسانی کو وہاں تک رسائی ہی نہیں ہے پس اگر پولوس وغیرہ ایسے کام کرسکتے تھے تو پھر مسیح تو بدرجہ اولیٰ کرسکتا ہے اسی لیے اُسکا مُردوں سے جی اُٹھنا ایک ناممکن امر نہیں ہے کیونکہ پولوس کی نسبت مسیح سے ایسی ہے جیسی ایک تارہ کو سورج سے ہوتی ہے مسٹر بلاچفورڈ کا سائنس کو پیش کرنا بے سود ہے کیونکہ سائنس میں خود ابھی تک غلطیاں ہیں اور یہ پایۂ تکمیل تک ابھی نہیں پہونچی +

پھر اسپر مسٹر بلاچفورڈ نے اس اخبار میں ایک آرٹیکل دیکر ان تمام ثبوتوں اور شہادتوں پر جو کہ پادری صاحب نے پیش کیے قانونی رنگ میں جرح کی ہے اور استغاثہ کے طور پر ایک عدالت میں مسیح کے جی اٹھنے کے مقدمہ کو پیش کرکے ایک وکیل کی زبانی ان تمام شہادتوں کو پیش کرکے اس امر کو ثابت کیا ہے کہ جو شہادتیں اور دلائل اس مسئلہ کی صداقت میں پیش کیے جاتے ہیں وہ بالکل بودے اور نکمے ہیں اور انکی رو سے عیسائیوں کو کبھی ڈگری نہیں حاصل نہیں ہو سکتی اہل یورپ کے ان خیالات اور کارروائیوں کو دیکھکر ہم حیران ہیں کہ ہندوستان اور دوسرے ممالک میں کیوں یہ پادری لوگ عیسویت کا وعظ کرتے پھرتے ہیں کیا انکو شرم و حیا نہیں آتی کہ جو بات کو ہم اپنے یورپ کے علما و فضلا کو نہیں منوا سکتے اُسے دوسروں کے آگے کیوں پیش کریں اور زیادہ تر تعجب کی یہ بات ہے کہ صرف فلاسفر ہی نہیں بلکہ بڑے بڑے پادری اور آرچ بشپ وغیرہ بھی اب بائبل اور دوسرے بعید از عقل اعتقادات سے جو کہ مسیحی مذہب کے بڑے لوازم میں سے ہیں کنارہ کش ہوتے جاتے ہیں اور علانیہ اپنی مخالفت کا اظہار کرتے ہیں۔

حدیث شریف میں ہے کہ دجال خود بخود پگھل کر نیست و نابود ہو جاوے گا۔ سو عیسویت کی موجودہ حالت نے اس حدیث کی بلفظہ تصدیق کرکے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور اسلام کی صداقت پر مہر لگا دی ہے۔

مسٹر رابرٹ بلاچفورڈ صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ اگر عیسائیوں کا یہ عقیدہ ہے کہ مسیح خدا تھا وہ مردوں سے جی اُٹھا اور آسمان پر چلا گیا تو عیسویت کا ستون بحیثیت ایک مذہب ہونے کے یا تو قائم رہے گا اور یا گر کر پاش پاش ہو جاوے گا قابل غور امر یہ ہے کہ کیا بنیادی اصول عیسویت کے سچے ہیں یا نہیں اسکے بعد انھوں نے پادری صاحب کی پوری تقریر کو جس کا خلاصہ ہم نے اوپر دیدیا ہے نقل کرکے اسکی تردید کی ہے جسکو ہم ذیل میں درج کرتے ہیں۔

مسٹر بلاچفورڈ تحریر فرماتے ہیں کہ سب سے پہلے ناظرین کے ملحوظ خاطر یہ بات رہنی چاہیے کہ آرک ڈیکن نے کوئی دلیل مسیح کے جی اٹھنے پر نہیں دی ہے ٹال مٹول کرکے دامن چھڑانا چاہا ہے شہادت کے جس طریق پر انھوں نے زور دیا ہے اب ہم دیکھتے ہیں کہ آیا کوئی قانون یا کوئی عدالت اُسے قبول بھی کرسکتی ہے یا نہیں۔

سب سے پہلے یہ سوال ہے کہ وہ کونسی بات ہے جس کے ثبوت کے لیے ہمیں شہادۃ کی ضرورۃ ہے وہ ایک عجیب معجزہ ہے جس پر کروڑہا مخلوق کے مذہب کا دارومدار ہے اور وہ یہ ہے کہ قریباً دو ہزار برس گذرے کہ خدا انسان بنکر اس دنیا میں آیا اور یسوع مسیح کے نام سے مشہور ہوا۔ صلیب دیا گیا اور اسی پر مر گیا قبر میں دفن ہوا اور تیسرے دن پھر جی اُٹھا اور اپنے مزار کو چھوڑ کر آسمان پر جا بیٹھا۔ اب چونکہ یہ بات نہایت خود ایک معجزہ اور بڑا اہم مسئلہ ہے اس لیے اسکے ثبوت کی شہادت بھی ویسی ہی مضبوط اور بین ہونی چاہیے اور ہمیں اس ثبوت کی شہادت کی مضبوطی کی خصوصیت سے اسلیے زیادہ ضرورۃ ہے کہ جو واقعہ آج وقوع میں آوے تو اس ثبوت کی نسبت اس واقعہ کے لیے زیادہ مضبوط ثبوت اور شہادۃ درکار ہوتی ہے جو کہ آج سے کئی ہزار برس پہلے وقوع میں آیا ہوا ہو جیسا کہ مسیح کے جی اٹھنے کا واقعہ ہے جسکو ۱۸۰۳ برس گذر چکے ہیں پھر اسلیے بھی ضرورۃ ہے کہ جو بات ہر روز تجربہ اور مشاہدہ میں آتی رہتی ہو اسکی نسبت اس بات کے ثبوت کی زیادہ ضرورۃ ہوتی جو کہ تجربہ اور مشاہدہ سے باہر ہو جیسا کہ خدا کا اوتار بننا۔ انسان میں حلول کرنا مر کر جی اُٹھنا یہ ایسی باتیں ہیں جو کہ تجربہ اور مشاہدہ سے باہر ہیں پھر اسلیے بھی ضرورت ہے کہ یہ کوئی ایسی بات نہیں ہے کہ جس کے سچے یا جھوٹے ہونیکا اثر کسی پر پڑتا ہو بلکہ یہ ایک ایسی بات ہے کہ جسپر کروڑہا آدمیوں کی دعا اور امید بندھی ہوئی ہے اور انجام کار اس لیے بھی ہمیں اس کے متعلق ایک بڑے مستحکم اور بین ثبوت کی ضرورۃ ہے کہ ہم جانتے ہیں کہ اس مسئلہ کے قائم کرنے والوں کو اپنے نفسانی اغراض کی تکمیل مطلوب بھی اور یہ کوئی ایسا مسئلہ نہ تھا کہ اگر ان کے حق میں فیصلہ ہوتا یا نہ ہوتا تو ان کے اغراض پر اسکا اثر نہ پڑتا۔ پس ان مذکورہ بالا واقعات کی بنا پر ہمیں حق پہونچتا ہے کہ ہم مسیح کے دوبارہ جی اُٹھنے کے ثبوت میں بڑی واضح اور بین اور مضبوط شہادتیں طلب کریں کیونکہ جس قدر کوئی عظیم الشان مسئلہ ہوتا ہے اسکے لیے اسی قدر عظیم الشان دلائل کی ضرورت ہوتی ہے۔

مثلاً ایک بڑھیا عورت ہم سے بیان کرے کہ ایک بلی ایک چھوٹے زینہ پر سے کود گئی اور یہ واقعات کے بیان کرنے میں اُس نے کسی ذاتی منفعت کو بھی مد نظر نہ رکھا ہو تو ہمیں اس بات کے سرسری طور پر مان لینے میں کوئی امر مانع نہیں کیونکہ بلیاں زینوں پر سے کود سکتی ہیں اور کودا کرتی ہیں پھر بڑھیا کے بیان سے ہماری اتفاق رائے کسی دوسرے شخص اذیت کا باعث نہیں ہے۔

لیکن اگر ہمیں اس بات کا علم ہو کہ بڑھیا عورت کے

اس بیان کا خود اسکی ذات یا کسی اور کی ذات پر اثر پڑتا ہے تو بڑھیا کی شہادت بلا دیگر شواہد کے ہرگز کافی نہ سمجھی جاویگی۔

فرض کرو کہ زید نے بکر کے ساتھ یہ شرط لگائی ہے کہ ایک بلی ایک زینہ پر سے ضرور کود کر گل جاوے گی تو اس صورت میں ہرگز ممکن نہیں ہے کہ بکر اس بڑھیا کی شہادت کو بلا دیگر شواہد قویہ کے تسلیم کرے گا۔ خصوصاً اس حال میں کہ بکر کو علم ہو کہ اُس بڑھیا کا زید سے کوئی رشتہ ناطہ بھی ہے۔ بکر ایسی صورت میں ضرور ایسی شہادت طلب کرے گا جس کا زید سے تعلق نہ ہو اور نہ شرط میں اس کا حصہ ہو اور اس نے آنکھوں سے بلی کو کودتے دیکھا ہو۔ لیکن اب یہاں ذرا اور غور سے کام لیجیے کہ بجائے اس کے کہ ایک زینہ پر سے کود گئی اگر ہم سے یہ منوایا جائے کہ ایک گائے ایک چاند پر سے کود گئی اور اُس گائے کے مالک کا اس بیان سے کچھ فائدہ منصور ہو یا ایک قوم کی قوم اسکی تائید میں ہو اور اس کودنے پر شرط بھی لگی ہوئی ہو تو کیا ہم اس واقعہ کو اُسی قسم کے شواہد اور ثبوتوں سے مان لیویں گے جن سے ہم نے ایک بلی کا زینہ کودنا مان لیا تھا ہرگز نہیں کیونکہ گائے کا مالک ایک ایسا فریق ہے جس پر اس واقعہ کے تسلیم یا عدم تسلیم کا اثر پڑتا ہے اور اس نے یا تو کچھ حاصل کرلینا ہے اور یا گنوا دینا ہے پھر اس کے علاوہ چاند اور زمین کے درمیان ڈھائی لاکھ کوس کا فاصلہ ہے اور گائے کو آج تک کسی نے گھاس کی ایک گٹھڑی پر سے بھی کودتے نہیں دیکھا اور نہ کسی زندہ یا مردہ انسان نے ہی دیکھا ہے کہ چاند تو درکنار کسی ایک گز بھر پر سے کوئی گائے کود گئی ہو اور اگر وہ گائے چاند پر سے کودی بھی ہو اور فی گھنٹہ سو میل اسکی رفتار ہو تو اُسے چاند تک آمد و رفت میں چھ ماہ درکار ہوں گے اور اس تمام عرصہ میں اُسے بے آب و دانہ و ہوا زندگی بسر کرنی ہوگی۔ تو اب دیکھو کہ شرط بدنے والا کس قسم کی شہادت طلب کرے گا۔

ناظرین اگر سیکڑوں سائنس دان بھی گر شہادت دیویں اور وہ حلف اُٹھا دیں کہ اُنھوں نے گائے کو زمین سے چاند تک جاتے اور آتے دیکھا۔ تب بھی وہ شرط باز ہرگز یقین نہ کرے گا بلکہ اگر وہ اپنی آنکھوں سے بھی گائے کو چاند پر سے کودتے دیکھے تو وہ ہرگز باور نہ کرے گا + کیوں صرف اس لیے کہ ایک گائے کے چاند پر سے کودنے کی نسبت یہ بات مان لینی بہت آسان اور قرین عقل ہے کہ وہ انسان دھوکا کھا گیا ہے یا فریب دیا گیا ہے چونکہ ہم دیکھتے اور مشاہدہ کرتے ہیں کہ علم مسمریزم اور ہپناٹیزم کے ذریعہ انسانوں پر ایسے عملیات کیے جاتے ہیں اور لوگوں کو واقعات کے رنگ میں مغالطے لگتے ہیں۔ لیکن آج تک کوئی گائے حقیقتاً کبھی چاند پر سے نہیں کودی ایسے کرتب عقل اور سائنس اور انسانی تجارب کے بالکل برخلاف ہیں۔ اور اگر وہ شرط باز تحقیق کی رو سے اس واقعہ کو ماننا چاہے تو ہرگز باور نہ کریگا۔

اب اس گائے کے مقدمہ میں جو حیثیت اس شرط باز کی ہے وہی حیثیت تمام حق پرستوں اور قوی الاعتقاد لوگوں کی معجزات کے مقابل ہے *

* [illegible]

* یہاں معجزات سے مراد مسیحی معجزات ہیں جن کا نمونہ اوپر بیان ہوا کہ مسیح مردہ ہو کر زندہ ہو کر آسمان پر جا بیٹھا وغیرہ وغیرہ نہ کہ وہ معجزات جو کہ عقل نقل اور سائنس اور انسانی تجارب سے بھی معجزہ دکھلاتے ہیں اور جنکو قرآن نے صداقت اسلام کے شواہد اور دلائل میں پیش کیا ہے +

اب ذرا اس بیان پر بھی غور کیجیے جو کہ **مسیح کے مر کر جی اُٹھنے کے قائل دیتے ہیں**

ہم سے یہ منوایا جاتا ہے کہ قادر مطلق اور رزاق الرزق خدا تعالیٰ جسنے دو کروڑ سورجوں کو پیدا کیا وہ نیچے زمین پر اُترا ایک عورت کے پیٹ سے پیدا ہوا۔ صلیب پر چڑھایا گیا وہیں اسکی جان نکلی تین دن تک قبر میں مدفون رہا اور پھر زندہ ہو کر آسمان پر جا بیٹھا۔ یہ تو دعویٰ ہے اب دیکھا جاتا ہے کہ بہیت ناک معجزہ کے منوانے میں کس قسم کے شواہد پیش کیے جاتے ہیں کیا کوئی مرد یا عورت ایسی زندہ ہے جس نے خدا تعالیٰ کو دیکھا ہو؟ کوئی نہیں۔ کیا کوئی مرد یا عورت ایسا زندہ ہے جسنے مسیح کو دیکھا ہو؟ کوئی نہیں۔ تو اسوقت کوئی بھی ایسا آدمی نہیں ہے جو کہ کہہ سکے کہ خدا زندہ موجود ہے یا مسیح زندہ موجود ہے زیادہ سے زیادہ ان کا یہ قول ہو سکتا ہے کہ ہمارا اعتقاد ہے کہ خداوند اور مسیح زندہ موجود ہیں۔

آج ۱۹۰۰ سو سال گذر گئے لیکن کسی بار خداں نے یہ نہ بیان کیا کہ کوئی خدا بھی زمین پر دیکھنے میں آیا ہے۔

عیسائی لوگ دوسرے مذاہب کے نقلے ربانی کے اعتقادوں کا انکار کرتے ہیں اور دوسرے مذاہب اور خدا اور مسیح کی نسبت جو اعتقاد عیسائیوں کے ہیں اُنکے انکار کرتے ہیں۔

نہیں کوئی سبب نظر نہیں آتا کہ کیوں خدا کو نیچے زمین پر آنا بھی پھر ایک عورت کے پیٹ سے پیدا ہونا بھی اور صلیب پر جان دینے کی ضرورت پڑی۔ وہ تو ان باتوں کے بغیر ہی انسانوں کو اپنی ہستی منوا اور انکو اپنا مطیع بنا سکتا تھا۔ صرف اس بات سے اُس نے یہ تصرف نوع انسان پر حاصل نہیں کیا ہے دنیا کی آبادی کی ایک تہائی نے بھی عیسویت کو آج تک قبول نہیں کیا اور پھر ان سے ۱۰ فیصدی بھی ایسے عیسائی نہیں ہیں جنکو سچا عیسائی اور سچا ایماندار کہا جاوے۔ ان باتوں سے ظاہر ہے کہ مر کر جی اُٹھنا بالکل بے سود غیر ضروری ہے اور ایک لغو کام اور انسانی تجارب اور سائنس کے بھی برخلاف ہے۔

اچھا تو اب وہ شہادت جو اس کے بارہ میں پیش کی جاتی ہے کس قسم کی ہے؟ عام خیال یہ ہے کہ ان انجیلوں کو متی مرقس لوقا اور یوحنا نے لکھا ہے اور یہ سب مسیح کے ہمعصر تھے اور ان سب کی زندگی میں ہی انجیلیں لکھی جاکر شائع ہو گئیں لیکن نئے عہد نامہ کے علاوہ اور کوئی ایسی شہادت نہیں جس سے اتنا بھی پتہ لگے کہ ان رسولوں میں سے کبھی کسی کا وجود بھی تھا اور جو کچھ کہ نئے عہد نامہ میں لکھا ہے اسکے سوا ہمیں پولوس پطرس یوحنا مرقس لوقا اور متی کا کچھ حال معلوم نہیں اور نہ اسکے باہر ہمیں کوئی اور تاریخی شہادت مسیح کی الوہیت کنواری کے بچہ جننے۔ اور مسیح کے مردہ سے جی اُٹھنے اور آسمان پر چلے جانے کی ملتی ہے۔

اب واقعات کی رو سے قبل اسکے کہ ہمیں یہ بہیت ناک مسئلہ مردہ سے جی اُٹھنے کا منوایا جاوے کیا یہ ضروری نہیں کہ ان نوشتوں کے صحیح اور قابل وثوق ہونے کے بارہ میں کافی شہادت ہمارے روبرو پیش کر دی جاوے۔ پیشتر اسکے کہ ہم اس معجزہ کو ثابت کریں کہ یہ مقدمہ عدالت میں ایک جج کے سامنے پیش ہوتا تو اب ہم غور کریں کیا اسکا کیا نتیجہ ہوگا +

ان نوشتوں کی طرف سے ایک وکیل پیش ہو کر بیان کرتا ہے۔

وکیل۔ جناب عالی پولوس نے یہ بیان کیا ہے کہ خود اس نے اور دوسروں نے معجزات دکھلائے۔

جج۔ کیا تمہارا ارادہ پولوس کو طلب کرانے کا ہے؟

وکیل۔ نہیں حضور وہ تو مرگیا ہوا ہے۔

جج۔ کیا اُس نے کوئی حلفی بیان اس کے متعلق دیا ہے؟

وکیل۔ نہیں جناب حلفی بیان تو نہیں لیکن اُس کے کچھ خطوط اندنوں شائع ہوئے ہیں اور میں انکو پیش کرانا چاہتا ہوں۔

جج کیا ان خطوط پر اس کا حلفی بیان ہے

وکیل نہیں۔

جج کیا ان پر اسکے دستخط ہیں۔

وکیل۔ نہیں۔

جج کیا وہ پولوس کی اپنے ہاتھ کی لکھی ہوئی ہیں۔

وکیل نہیں جناب وہ صرف نقولیں ہیں اور اصلی خطوط گم ہو گئے ہیں۔

جج۔ اچھا پولوس کون آدمی تھا۔

وکیل وہ غیر یہودا قوم کا رسول تھا۔

جج کیا تم اسے طلب کرنا چاہتے ہو

وکیل نہیں وہ تو مردہ ہے زندہ نہیں ہے۔

جج تمہارے اس فرضی گواہ پولوس کو فوت ہوئے کتنا عرصہ ہوا۔

وکیل ابھی اُسے دو ہزار برس نہیں ہوئے۔

جج دو ہزار برس کا مردہ۔ کیا تم ایسی شہادت پیش کر سکتے ہو جس سے ثابت ہو کہ اس کا وجود کبھی بھی معلوم ہستی پر تھا۔

وکیل صرف واقعات اور قرائن سے کچھ معلوم ہو سکتا ہے

جج میں ایک ایسے گواہ کے بیانات پڑھنے کی ہرگز تمکو اجازت نہیں دیتا جو کہ قریب دو ہزار برس سے مردہ مانا جاتا ہے اور نہ انکی نامزدہ شخصیوں کو بطور شہادت کے قبول کرتا ہوں۔

وکیل حضور اب میں یہ ظاہر کرنا چاہتا ہوں کہ مسیح کو مردہ سے جی اُٹھتے ہوئے مریم مگدلینی اور ایک رومی سپاہی نے دیکھا!

جج اچھا انکو بلاؤ۔

وکیل جناب وہ تو مر گیا ہوا ہے۔

جج کوئی اُس کا بیان یا اظہار

وکیل کوئی نہیں۔

جج انکی گواہی کو خارج کرو۔ اور مریم مگدلینی کو طلب کرو۔

وکیل وہ بھی مردہ ہے۔ لیکن میں دکھاؤں گا کہ اس نے مسیح کے حواریوں کو کہا کہ

جج جو کچھ اسنے حواریوں کو کہا وہ کوئی شہادت نہیں ہے۔

وکیل بہت اچھا حضور۔ اب میں متی مرقس لوقا اور یوحنا وغیرہ کے بیانات پیش کرتا ہوں۔

جج ان لوگوں کے اصلی نام کیا کیا ہیں

وکیل مجھے ان کا مطلق علم نہیں ہے

جج۔ کیا تحقیق کرکے بتلاؤ گے

وکیل متی بیان کرتا ہے کہ

جج کیا متی کو طلب کرنا چاہتے ہو

وکیل نہیں جناب وہ تو مر گیا ہوا ہے۔

جج مجھے معلوم ہوا ہے کہ مسیح کے جی اُٹھنے کو ثابت کرنے کے لئے تمکو بھی مرکر ہی اُٹھانا پڑیگا کیا مرقس اور یوحنا بھی مر گئے ہوئے ہیں

وکیل ہاں جناب۔

جج وہ کون تھے۔

وکیل مجھے اس کا علم نہیں۔

جج انکے جن بیانات کا تم حوالہ دینا چاہتے ہو کیا وہ ان کے اپنے دستخطی ہیں

وکیل انہوں نے خود تو انکو نہیں لکھا اور نہ انکے اپنے بیانات ہیں بلکہ ان کے بیانات کے مطابق کسی کے بیانات ہیں۔ اور درحقیقت یہ تمام بیانات ترجموں کی نقلوں کی نقلیں ہیں۔

جج ایسی سنی سنائی شہادت کو کس نے نقل کیا اور پھر بعد ازاں کس نے ترجمہ در ترجمہ اور نقل در نقل کیا۔

وکیل مجھے علم نہیں۔

جج کیوں تمکو کسی بات کا بھی علم نہیں ہے۔

وکیل کیونکہ کوئی شہادت اس امر کی نہیں ملتی کہ قبل اس کے کہ مصنف مر گئے ہوں ان کا غذات کا کسی نے نام بھی سنا ہو+

جج ایسا مقدمہ آجتک میری سماعت میں نہیں آیا اور میں ان کاغذات کا حوالہ دینے کی ہرگز آپکو اجازت نہیں دیتا اور نہ یہ کسی قسم کی شہادت ہے۔ کیا کوئی شہادت ہے۔

وکیل نہیں جناب

اس کے بعد مسٹر بلاچفورڈ فرماتے ہیں کہ اگر کلیسیا نے جو شہادت مسیح کے جی اُٹھنے کی دی تھی قانونی طور پر اسکی یہ حقیقت ہے جو اوپر دکھلائی ہے تو جس شخص کو شہادتوں کے وزن کرنے کا تھوڑا سا ملکہ بھی ہوگا تو وہ اسبارہ میں دیکھ لے گا۔

اول تو کوئی بیرونی شہادت اس کے بارہ میں مطلق نہیں ہے جو کچھ ہے وہ نئے عہد نامہ میں ہے جو کہ صرف عیسائیوں کے نزدیک ایک مستند کتاب ہے۔ دوسرے کوئی بھی ایسا ثبوت نہیں ہے جس سے یہ ظاہر ہو کہ انجیلیں کسی نے لکھی جاتی دیکھی ہوں۔ تیسرے یہ کہ پولوس کی شہادت بھی کوئی عینی شہادت نہیں۔ چوتھے یہ کہ اگرچہ اس امر کی شہادت ہے کہ بعض انجیلوں کا پتہ اول صدی میں ہی لگ گیا تھا۔ لیکن اس امر کی کوئی شہادت نہیں ہے کہ موجودہ مروجہ انجیلوں کا اس وقت کوئی وجود نہ تھا یا نہیں اگر ہم مان بھی لیویں کہ موجودہ انجیلوں اور پولوس کے خطوط اصل مسودہ کو ان لوگوں نے ترتیب دی جنہوں نے مسیح کو دیکھا اور یہ آدمی بڑے دیانتدار اور قابل اعتبار بھی ہوں تو بھی یہ اطمینان کیسے حاصل ہو سکتا ہے کہ جو کچھ انہوں نے اس وقت لکھا تھا وہی بلا کسی تغیر و تبدل کے ہم تک پہونچا ہے۔

حضرت اقدس کی طرف سے جماعت کو ارشاد

چونکہ ہماری تمام جماعت کو معلوم ہوگا کہ اصل غرض خدا تعالیٰ کی میرے بھیجنے سے یہی ہے کہ جو غلطیاں اور گمراہیاں عیسائی مذہب نے پھیلائی ہیں انکو دور کرکے دنیا کے عام لوگوں کو اسلام کی طرف مائل کیا جاوے اور اس غرض مذکورہ بالا کو جسکو دوسرے لفظوں میں احادیث صحیحہ میں کسر صلیب کے نام کر یاد کیا گیا ہے پورا کیا جاوے اس لیے اور **انھیں اغراض کے پورا کرنے کے لیے رسالہ انگریزی جاری کیا گیا** ہے جس کا شیوع یعنی شائع ہونا امریکہ اور یورپ کے اکثر حصوں میں بخوبی ثابت ہو چکا ہے اور بہت سے دلوں پر اثر پڑنا شروع ہو گیا ہے بلکہ اُمید سے زیادہ اس رسالہ کی شہرت ہو چکی ہے اور لوگ نہایت سرگرم شوق سے اس رسالہ کے منتظر پائے جاتے ہیں لیکن اب تک اس رسالہ کے شائع کرنے کے لیے سرمایہ کا انتظام کافی نہیں اگر **اگر خدا نہ خواستہ یہ رسالہ کم توجہی اس جماعت سے بند ہو گیا تو یہ واقعہ اس سلسلہ کے لیے ایک ماتم ہوگا** اس لیے میں پورے زور کے ساتھ اپنی جماعت کے مخلص جوان مردوں کو اس طرف توجہ دلاتا ہوں کہ وہ اس رسالہ کی اعانت اور مالی امداد میں جہاں تک اُنسے ممکن ہے ہمت دکھلاویں دنیا جائے گذشتنی گذاشتنی ہے اور جب انسان ایک ضروری وقت میں ایک نیک کام کے بجا لانے میں پوری کوشش نہیں کرتا تو پھر وہ گیا وقت ہاتھ میں نہیں آتا اور خود میں دیکھتا ہوں کہ بہت سا حصہ عمر کا گذار چکا ہوں اور الہام الٰہی اور قیاس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ باقی ماندہ تھوڑا سا حصہ ہے **پس جو کوئی میری موجودگی اور میری زندگی میں میرے منشاء کے مطابق میری اغراض میں مدد دیگا میں امید رکھتا ہوں کہ وہ قیامت میں میرے ساتھ ہوگا**۔ اور جو شخص ایسی مہمات میں مال خرچ کرے گا میں اُمید نہیں رکھتا ہوں کہ اُس مال کے خرچ سے اُسکے مال میں کچھ کمی آجائے گی بلکہ اُسکے مال میں برکت ہوگی پس چاہیے کہ خدا تعالیٰ پر توکل کرکے

نتائج کیا ہونگے؟ کیا یہ کسی روحانی اصلاح کا موجب اور ذریعہ ہیں یا اصل مقصد سے دور لیجانے والی باتیں۔ علاوہ بریں بہت سے لوگ ہیں جو ایڈیٹری کی مشکلات سے محض ناواقف ہوتے ہیں اُن کو ہرگز معلوم نہیں ہوتا کہ اس کو کسقدر محنت اور دماغ سوزی سے کام لینا پڑتا ہے۔ وہ کہدینا بیشک آسان ہے کہ اس میں کچھ محنت نہیں مگر جب کوئی کام کرنا پڑتا ہے تو پھر ان مشکلات کا اندازہ معلوم ہوتا ہے حضرت **حکیم الامت** نے ایک مرتبہ ایک بزرگ کا قصہ بیان کیا کہ کسی مخلص نے انکے سامنے تین یا چار لڈو لاکر رکھا.... رکھے انہوں نے وہ اپنے مخلص دوستوں کو وہیں تقسیم کر دیے جنہوں نے فی الفور کھا لئے اور پھر آپ ایک لڈو اٹھایا اور اسکے بنائے جانے کے متعلق امور کو یاد کرکے خدا کا شکر کرنے لگے کہ کسطرح پر گندم بوئی گئی اور کسطرح بویا گیا - پھر کسطرح پسا ان سے اس لڈو کے اجزا طیار ہوئے ان سب امور پر گھنٹہ یا دو گھنٹہ تک گفتگو کرتے رہے پھر ذرا سا اس میں سے کھایا اور اپنے مخلص سے جسکو ایک لڈو دیا تھا پوچھا تمنے کہاں لیا اُسنے کہا جناب وہ تھا ہی کیا اُسی وقت ہی کھا لیا تھا اس بزرگ پر اس سے رقت طاری ہوگئی کہ جو چیز اسقدر محنت سے طیار کی گئی ہے اُسکو یہ اسقدر حقیر سمجھتا ہے - بس میرے معزز دوستو الحکم کی قدر و قیمت آپکے دل میں ممکن ہے بہت زیادہ ہو اور میں اس سے بیخبر نہیں کہ اکثروں کے دل میں بہت ہی زیادہ ہے لیکن پھر بھی آپکو ان مشکلات کا اندازہ معلوم نہیں جنمیں سے ہوکر ایک غریب ایڈیٹر کو یہ طیار کرنا پڑتا ہے اور اسپر بھی اتنے سننا پڑتا ہے

کہ کسر رہ گئی

میں یقیناً کہتا ہوں کہ ادنیٰ سے ادنیٰ کاروبار زندگی میں بھی جو شخص جس کام کو انجام دیتا ہے - اس کی ذمہ واریوں - اسکی سختیوں - اسکی پیچیدگیوں اور اسکی مشکلات کو جیسا کچھ کہ وہ سمجھتا ہے کوئی دوسرا شخص اُس کو ہرگز ایسا نہیں سمجھ سکتا جسکو قدرت نے اسکی چوکی یا جگہ پر نشست عطا نہ کی ہو - بیدرد نکتہ چین صرف اپنے کسی ایک مفید مطلب پہلو سے یا کسی معاملہ میں اپنی قایم شدہ رائے کے تعصب سے فی الفور نکتہ چینی شروع کر دیتے ہیں - لیکن وہ ان تجربوں سے قدرتی طور پر بے بہرہ ہوتے ہیں جو سوائے اس کام کو اپنے ہاتھ میں لینے کے یا اس کام کو انجام دینے کے ہرگز ہرگز حاصل نہیں ہو سکتے - اس خاص معاملہ نکتہ چینی میں ایڈیٹر سب سے زیادہ مورد الزام ہے - نکتہ چینی کرنیوالوں میں سے ننانوے فیصدی لوگوں کو مطلق ان ذمہ واریوں سے ان مشکلات سے اور ان حالات سے آگاہی حاصل نہیں ہوتی جن میں غریب ایڈیٹر محصور ہوتا ہے عموماً ادنیٰ سے ادنیٰ لیاقت اور ادنیٰ سے ادنیٰ قابلیت کا آدمی اس مرض میں گرفتار ہوتا ہے کہ وہ ایک ایڈیٹر اخبار کی بنسبت ایڈیٹری کے کام کو بوجوہ عمدگی سے سمجھتا ہے اور اس سے زیادہ خوبی اور خوش اسلوبی سے سرانجام دے سکتا ہے ان کو کیا خبر ہے کہ غریب ایڈیٹر کی زندگی کن کاوشوں سے گذرتی ہے اور یہ قلمی جنرل اور خیالی معرکوں کا سپہ سالار شب و روز کسطرح خون در جگر رہتا ہے کن مصیبتوں اُنکی مخالفتوں کا آماجگاہ اور کن آفتوں کے لئے سینہ سپر رہتا ہے۔ اس کی زندگی کن تفکرات اور ترددات کی زندگی ہوتی ہے اور جو سچ پوچھو تو وہ اپنے اس کام کے سرانجام دینے میں ان آسائشوں اور راحتوں سے بھی محروم رہتا ہے - جو ایک ادنیٰ سے ادنیٰ مخلوق کے لئے بھی اپنا آغوش شفقت کھولے رہتی ہیں آہ!

تو اے کبوتر بام حرم چہ میدانی
طپیدن دل مرغان رشتہ بر پا را

اگر ایڈیٹری کی تمام مشکلات کا مرقع کھینچکر دکھلایا جاوے تو غالباً ایڈیٹری کا کام ایسا محمود و مرغوب کار نہ رہے جیسا کہ اب تک دیکھا جاتا ہے اور وہی ایڈیٹر جسکو ایک دخیانہ صحبت میں سوائے ایک قلم دوات اور کاغذات کے ایک بنڈل کے اور کسی چیز پر اختیار نہیں ہوتا اور جسکا دایرہ سلطنت قلمرو خیالات تک ہی محدود ہوتا ہے بجائے لوگوں کے غصہ اور انتقام کا مورد ہونے کے ان کے رحم و ہمدردی کا ایک موزون **اوبجکٹ** بن جاوے

یہانتک کہ اتوار اور دوسرے تیوہاروں کی تعطیل میں بیل کو ہل سے اور گھوڑے کو سواری سے نجات ملتی ہے مگر اس مظلوم کو اس دن بھی اپنے کاروبار کی تکمیل اور آئندہ اخبار کی طیاری کے کام سے فراغت نصیب نہیں ہوتی اور یہی وجہ ہے کہ یہ تفکرات اور ترددات ایڈیٹر کو کبھی بڑی عمر سے متمتع نہیں ہونے دیتے ان ساری مصیبتوں اور جگرکاویوں کے صلہ میں اسے اگر کچھ ملے تو کیا صرف اعلیٰ درجہ کے اخباروں سے ہمسری اور تبادلہ خالی تحسین اور واہ وا! معزز بزرگو! یہ بالکل سچ ہے۔ ایڈیٹری تجارت در اصل دل صد پارہ کی تجارت ہے وہ خالی واہ وا بھی اس کے حصہ میں نہیں آتی - کیونکہ اس کے ناظرین مختلف مذاق اور مختلف خیال کے لوگ ہوتے ہیں اور جس کے مذاق کی کوئی بات اخبار میں نہ ہو وہی اخبار کو ردی ناتمکمل بے ترتیب قرار دیکر نالائقی کا سارٹیفکٹ ایڈیٹر کو بھیجدیتا ہے میں پورے طور پر اب اس مرقع کو کھینچنا نہیں چاہتا جو **ناظرین** اخبار ایڈیٹر پر اعتراض کرنے کی صورت میں کھینچتے ہیں مختصر یہ کہ جتنے منہ اتنی ہی باتیں ہوتی ہیں جسے دیکھو منہ کے انداز سے اپنی نکتہ چینی کا اظہار کرتا ہے کوئی اخبار کا حجم بڑھانے کی کوئی گھٹانے کی صلاح دیتا ہے کوئی کمی قیمت کے لئے کوئی افزونی کے واسطے مشورہ دیتا ہے کوئی خط کو... زیادہ جلی کرنے کوئی زیادہ خفی کرنے کی تحریک کرتا ہے ایڈیٹر بیچارہ ان اونر بری مشوروں کے نرغہ میں حیران و پریشان رہ جاتا ہے اور اس کے ہوش و حواس بجا نہیں رہتے کہ کیا کرے کیا نہ کرے اور متضاد طبیعتوں کے ارمان چند محدود اوراق میں کسطرح نکل سکے کیونکہ وہ خوب جانتا ہے کہ ان امور کی تکمیل کے لئے جو مختلف المذاق ناظرین چاہتے ہیں سو دو صفحہ کا اخبار تو کیا سو دو سو صفحہ کی کتاب بھی کفتنی نہیں ہو سکتی اس لئے مجبوراً یہ کہکر ؎

غم عالم فراوان است و من یک غنچہ دل دارم
چسان در شیشہ ساعت کنم ریگ بیابان را

خاموش ہو رہتا ہے اور برابر طعن پر طعن سنتا رہتا ہے۔

ہندوستانی اخبارات کے ایڈیٹروں کی حالت اور بھی ناگفتہ بہ ہے ان کی حالت انگریزی اخبارات کے ایڈیٹروں کی سی نہیں کہ انکو صرف اخبار میں دو صفحہ کا مضمون اپنے قلم سے لکھنے کی ضرورت پڑتی ہے باقی اخبار کے کالموں کے پُر کرنے کے لئے اجرتی کارسپنڈنٹ اور اعلیٰ درجہ کے لکھنے والے قومی ہمدرد طیار ہیں جو ایڈیٹر سے بھی ہزار درجہ بڑھ کر قابلیت رکھتے ہیں اخبار کا پروف دیکھنے کیلئے علیحدہ سٹاف پرنٹروں کا موجود ہے اخبار کے خریداروں سے خط و کتابت کرنے اور انتظام مطبع اور حساب کتاب کے لئے علیحدہ سٹاف ہے چھپائی کیلئے علیحدہ منتظم ہیں روپیہ صرف کرنے کے لئے متمول پروپرائٹر کی جیب کھلی ہے جسکو چند سال کے خسارہ کی بھی پروا نہیں۔ اور خریداروں کی خوش معاملگی کا یہ عالم ہے کہ قیمت اخبار کا ادا نہ کرنا پہلے درجہ کا پاجی پن اور ذلت سمجھتے ہیں اور پھر اخبارات کی قیمتیں بھی ایسی گراں ہیں کہ انکے ادا کرنے کا وہی لوگ حوصلہ رکھتے ہیں جہاں ایک ہی شخص تنہا بمعہ پرایٹری - ایڈیٹری - منیجری - پرنٹری - محاسبی - محرری - کلرکی کی ڈیوٹی ادا کرتا ہو وہاں اگر نقائص نہوں کمزوریاں نہوں تو کیا ہو؟ ایڈیٹر کو اپنی قابلیت اپنے معلومات بڑھانے کا موقعہ تو کیونکر ہو؟ ایسی حالت میں اپنی استطاعت اور قابلیت کے مطابق بھلی یا بُری جو کچھ بھی قوم کی خدمت ہو وہ کافی سمجھی جانی چاہئے۔ خصوصاً ایسی حالت میں کہ اس کی حوصلہ افزائی کی بجائے حوصلہ شکن امور اسکے سامنے ہوں۔

مجھے افسوس ہے کہ میں اصل مطلب سے دور چلا گیا یا اصل مطلب کی طرف دور چلا گیا مگر کیا کروں اپنی ہی مشکلات کا اظہار تھا دل میں درد تھا اس درد سے بے قرار ہوکر جو دل میں آیا کہ گذرا - شاید کوئی

پورے اخلاص اور جوش اور ہمت سے کام لیں کہ یہی وقت خدمتگذاری کا ہے پھر بعد اس کے وہ وقت آجائے گا کہ اگر ایک سونے کا پہاڑ بھی اس راہ میں خرچ کریں اس وقت کے پیسہ کی برابر نہیں ہوگا یہ ایک ایسا مبارک وقت ہے کہ تم میں وہ خدا کا فرستادہ موجود ہے جسکی صدہا سال سے امتیں انتظار کر رہی تھیں اور ہر روز خدا کی تازہ وحی تازہ بشارتوں سے بھری ہوئی نازل ہو رہی ہے اور خدا تعالیٰ نے متواتر ظاہر کر دیا ہے کہ واقعی اور حقیقی طور پر وہی شخص اس جماعت میں داخل سمجھا جائے گا کہ اپنے عزیز مال کو اس راہ میں خرچ کرے گا یہ ظاہر ہے کہ تم دو چیز سے محبت نہیں کر سکتے اور تمھارے لیے ممکن نہیں کہ مال سے بھی محبت کرو اور خدا سے بھی محبت صرف ایک سے محبت کر سکتے ہو پس خوش قسمت وہ شخص ہے کہ خدا سے محبت کرے اور کوئی تم میں سے خدا سے محبت کر کے اسکی راہ میں مال خرچ کرے گا تو میں یقین رکھتا ہوں کہ اُسکے مال میں بھی دوسروں کی نسبت زیادہ برکت دیجائیگی کیونکہ مال خود بخود نہیں آتا بلکہ خدا کے ارادہ سے آتا ہے پس جو شخص خدا کے لیے بعض حصہ مال کا چھوڑتا ہے ضرور اُسے پائے گا لیکن جو شخص مال سے محبت کر کے خدا کے راہ میں وہ خدمت بجا نہیں لاتا جو بجا لانی چاہیے تو وہ ضرور اس مال کو کھوئے گا یہ مت خیال کرو کہ مال تمھاری کوشش سے آتا ہے بلکہ در اصل خدا کی طرف سے آتا ہے اور یہ مت خیال کرو کہ تم کوئی حصہ مال کا دیکر یا کسی اور رنگ سے کوئی خدمت بجا لاکر خدا تعالیٰ اور اُسکے فرستادہ پر کچھ احسان کرتے ہو بلکہ یہ اُس کا احسان ہے کہ تمھیں اس خدمت کے لیے بلاتا ہے اور میں سچ سچ کہتا ہوں کہ اگر تم سب کے سب مجھے چھوڑ دو اور خدمت اور امداد سے پہلو تہی کرو تو وہ ایک قوم پیدا کر دے گا کہ اس خدمت کو بجا لائے گی تم یقیناً سمجھو کہ یہ کام آسمان سے ہے اور تمھاری خدمت صرف تمھاری بھلائی کے لیے ہے پس ایسا نہ ہو کہ تم دل میں تکبر کرو اور یا یہ خیال کرو کہ ہم خدمت مالی یا کسی قسم کی خدمت کرتے ہیں میں بار بار تمھیں کہتا ہوں کہ خدا تمھاری خدمتوں کا ذرہ محتاج نہیں ہاں تم پر یہ اُس کا فضل ہے کہ تمکو خدمت کا موقع دیتا ہے تھوڑے دن ہوئے کہ سیدنا محمد رسیدہ مجھکو الہام ہوا تھا کہ لَا اِنْ تَرَكَهُ

اَنَا فَانِيْ ... وَكِيْلًا یعنی میں ہی ہوں کہ ہر ایک کام میں کارساز ہوں پس تو مجھکو ہی اپنی یعنی کارساز سمجھ لے اور دوسروں کا اپنے کاموں میں کچھ بھی دخل مت سمجھ جب یہ الہام مجھکو ہوا تو میرے دل پر ایک لرزہ پڑا اور مجھے خیال آیا کہ میری جماعت ابھی اس لائق نہیں کہ خدا تعالیٰ اُن کا نام بھی لے اور مجھے اس سے زیادہ کوئی بھی حسرت نہیں کہ میں فوت ہو جاؤں اور جماعت کو ایسی ناتمام اور خام حالت میں چھوڑ جاؤں میں یقیناً سمجھتا ہوں کہ بخل اور ایمان ایک ہی دل میں جمع نہیں ہو سکتے جو شخص سچے دل سے خدا تعالیٰ پر ایمان لاتا ہے وہ اپنا مال صرف اُس مال کو نہیں سمجھتا کہ اُسکے صندوق میں بند ہے بلکہ وہ خدا تعالیٰ کے تمام خزائن کو اپنے خزائن سمجھتا ہے اور امساک اُس سے اسطرح دور ہو جاتا ہے جیسا کہ روشنی سے تاریکی دور ہو جاتی ہے اور یقیناً سمجھو کہ صرف یہی گناہ نہیں کہ میں ایک کام کے لیے کہوں اور کوئی شخص میری جماعت میں سے اسکی طرف کچھ التفات نہ کرے بلکہ خدا تعالیٰ کے نزدیک یہ بھی گناہ ہے کہ کوئی کسی قسم کی خدمت کر کے یہ خیال کرے کہ میں نے کچھ کیا ہے اگر تم کوئی نیکی کا کام بجا لاؤ گے اور اس وقت کوئی خدمت کرو گے تو اپنی ایمانداری پر مہر لگا دو گے اور تمھاری عمریں زیادہ ہونگی اور تمھارے مالوں میں برکت دیجائیگی مجھے ایسی باتوں کی ضرورت نہیں کہ صحابہ رضی اللہ عنہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کیا کیا خدمات بجا لائے تھے اب تم سوچکر دیکھو کہ یہ خدمات اُن خدمات کے مقابل پر کیا چیز ہیں میں تم میں بہت دیر تک نہیں رہونگا اور وہ وقت چلا آتا ہے کہ تم پھر مجھے نہیں دیکھو گے اور بہتوں کو حسرت ہوگی کہ کاش ہنے نظر کے سامنے کوئی قابل قدر کام کیا ہوتا سو اس وقت اُن حسرات کا تدارک کرو جسطرح پہلے نبی رسول اپنی اُمتوں میں نہیں رہے میں بھی نہیں رہوں گا سو اس وقت کی قدر کرو اور اگر تم اسقدر خدمت بجا لاؤ کہ اپنی غیر منقولہ جائیدادوں کو اس راہ میں بیچ دو پھر بھی ادب سے دور ہوگا کہ تم خیال کرو کہ ہم نے کوئی خدمت کی ہے تمھیں معلوم نہیں کہ اس وقت رحمت الٰہی اس دین کی تائید میں جوش میں ہے اور اُسکے فرشتے دلوں پر نازل ہو رہے ہیں ہر ایک عقل اور فہم کی بات جو تمھارے دل میں پیدا ہو وہ تمھاری طرف سے نہیں بلکہ خدا کی طرف سے ہے آسمان سے عجیب سلسلہ انوار جاری اور نازل ہو رہا ہے پس میں بار بار کہتا ہوں کہ خدمت میں جانتوڑ کوشش کرو مگر دل میں مت لاؤ کہ مجھے کچھ کیا

اگر تم ایسا کرو گے ہلاک ہو جاؤ گے یہ تمام خیالات ادب سے دور ہیں اور جسقدر بے ادب جلد جلد ہلاک ہو جاتا ہے ایسی جلد کوئی ہلاک نہیں ہوتا اور میں یہ بھی کہتا ہوں کہ اس خدمت کے ساتھ دوسری خدمتیں بھی سست مت ہو بہت نادان وہ شخص ہے کہ وہ اگر کوئی نیکی کرتا ہے تو دوسری ایک نیکی میں فتور ڈال کر دوسری نیکی بجا لاتا ہے وہ خدا کے نزدیک کچھ چیز نہیں بلکہ تم اُن نیکیوں اور اُن خدمتوں کو بھی اپنے دستور کے مطابق بجا لاؤ اور یہ نئی خدمت جو بتائی جاتی ہے اس میں بھی پوری کوشش کا نمونہ دکھاؤ اگر اس رسالہ کی اعانت کے لیے اس جماعت میں دس ہزار خریدار اردو یا انگریزی کا پیدا ہو جائے تو یہ رسالہ خاطر خواہ چل نکلے گا اور میری دانست میں اگر بیعت کرنے والے اپنی بیعت کی حقیقت پر قائم رہ کر اس بارہ میں کوشش کریں تو اسقدر تعداد کچھ بہت نہیں بلکہ جماعت موجودہ کے تعداد کے لحاظ سے یہ تعداد بہت کم ہے سوائے جماعت کے سچے مخلصو خدا تمھارے ساتھ ہو تم اس کام کے لیے ہمت کرو خدا تعالیٰ آپ تمھارے دلوں میں القا کرے کہ یہی وہ وقت ہمت کا ہے اس سے زیادہ کیا لکھوں خدا تعالیٰ آپ لوگوں کو توفیق بخشے آمین ثم آمین۔

الراقم خاکسار میرزا غلام احمد از قادیان

حضرت اقدس علیہ السلام کی اس تحریک پر ہمارے بعض احباب نے اصل سورہ کو ہی پڑھکر بعض حکم میں بڑی سرگرمی دکھلائی ہے۔ چنانچہ حکیم محمد حسین صاحب قریشی اور خواجہ کمال الدین صاحب اور حکیم فضل الدین صاحب نے اُسی وقت بیس بیس رسالے خریدیں بھجوانے منظور کیے اور اسی طرح بہت سارے دیگر احباب نے خود خریداری میگزین منظور کی اور بعض احباب نے آٹھ آٹھ دس دس رسالے غیر احباب کے نام بھجوا کر انکو خریدار بنایا اسلیے سب احباب کی خدمت میں التماس ہے کہ حضرت اقدس کا ارشاد جو دس ہزار خریدار میگزین پیدا کرنیکا ہے اسکی تعمیل میں ہر طرح سے کوشش کریں سب احباب خواندہ ہوں یا ناخواندہ اسکو خریدیں اور حسب توفیق اردو یا انگریزی رسالہ کی دو دو چار چار دس دس بیس بیس کاپیاں خود خرید کر بھجوا دیں۔ جو لوگ ایسی کی پوری ہمت نہ رکھتے ہوں وہ ایک دوسرے کے ساتھ ملکر ایک ایک رسالہ خریدیں اور اپنے احمدی احباب کو دوسرے دوستوں کو جو مذہب اسلام سے دلچسپی رکھتے ہیں اسکے خریدنے کیلئے مجبور کریں کیونکہ یہ رسالہ مذہب اسلام کی صداقت کو دکھاتا اور غیر مذاہب عیسائیوں آریوں وغیرہ کے اعتراضوں کا جواب دیتا ہے اور زبان انگریزی میں ترجمہ ہو کر یورپ امریکہ اور دنیا کے دوسرے حصوں میں جاتا ہے۔ اگر ہماری جماعت چاہے پانچ پانچ دس دس باہمت پیدا ہو جاویں کہ دس دس رسالے اپنے خرچ پر

اہل درد میری مشکلات کا اندازہ کرنے کے قابل ہو ئے۔

بہرحال

ایڈیٹری مشکلات کے اندر محصور ہے اور اس سے الحکم کا ایڈیٹر بھی بری نہیں ہو سکتا

مگر

سوال یہ ہے کہ الحکم کسطرح قوم اور ملک کیلئے زیادہ مفید ہو سکتا ہے؟ اور ایڈیٹری مشکلات کس طرح کم ہو سکتی ہیں؟

اس سوال کا جواب قوم کے اہل الرائے بزرگوں کو دینا چاہیے اور وہی دینگے۔ میں صرف چند باتیں پیش کرونگا سب سے اول یہ کہ آیا نفس الامر میں ہمکو کسی ایسے اخبار کی ضرورت ہے یا نہیں جیساکہ الحکم ہے؟ میں اس سوال کا جواب دلائل کو چھوڑ کر اثبات میں دونگا کیونکہ تجربہ نے بتادیا ہے کہ الحکم نے ہماری قوم کے ستہ ضروریہ کو اپنی ایزادی سے سبعہ ضروریہ بنادیا ہے اور قوم اخبار کے بغیر گذارہ نہیں کر سکتی۔

حقیقت میں اخبار ایک زبردست طاقت ہوتا ہے اور ہو سکتا ہے اگر اس کو اخبار کی حیثیت اور قوت حاصل ہو جاوے اور وہ ایسی صورت میں ہو سکتی ہے کہ قوم اسکو اس حیثیت تک پہنچانا چاہے

پس سلسلہ عالیہ احمدیہ میں شامل ہو کر بننے والی قوم کے سامنے الحکم کی ضرورت کا سوال تحصیل حاصل ہے اور اسکو اخبار کی طاقت حاصل کرنے کے قابل بنانا قوم کا فرض ہے۔ قوم کو قوم بننے کے لئے ضرورت ہے تحریک کی تبلیغ کی قوم بنانیوالے مزکی اور معلم کے انفاس طیبہ کے پہنچانے کی اور یہ باتیں بدوں اخبار عام طور پر حاصل نہیں ہو سکتیں جسقدر کثرت کے ساتھ اخبار کی اشاعت ہو گی اسی قدر یہ تحریک اور تبلیغ عام ہو گی وہ اس لئے ضرورت اس امر کی ہے کہ الحکم کی اشاعت بہت بڑے پیمانہ پر ہو اور اس کیلئے ہر ایک احمدی قومی فرائض کے ماتحت ذمہ وار ہے خواہ وہ اس ذمہ واری کو سمجھے یا نہ سمجھے۔ اس لئے وسعت اشاعت کا سوال زیر بحث رہ جاتا ہے میں اس کے لئے ایک تجویز پیش کرتا ہوں اور اس تجویز کے بعد مجھے امید ہے کہ کسی احمدی کو خواہ وہ دو آنہ روز کا مزدور ہی کیوں نہ ہو اخبار الحکم کے نہ خریدنے کا عذر محض زیادتی قیمت کیوجہ سے نہ رہ جاوے گا بلکہ اس صورت میں اگر وہ نہ خریدیگا تو قومی فرائض کے ماتحت جواب دہ ہو گا۔

قومی کاموں کی تکمیل محض ضرورت ذاتی پر مبنی نہیں ہو سکتی بلکہ قوم کی اغراض مشترکہ کی بنا پر ہوتی ہے۔ مثلاً اگر کوئی شخص قومی حیثیت سے محض اس بنا پر کسی قومی انسٹیٹیوشن میں چندہ نہ دے کہ میرا ذاتی فائدہ اس سے کوئی نہیں تو وہ قومی خطا کار ہے اسی طرح پر قوم کے اغراض مشترکہ کی تکمیل کے لئے اخبار کی خریداری محض اس بنا پر نہیں ہونی چاہیے کہ ہم اس کو پڑھ سکتے ہیں یا نہیں بلکہ محض اس لئے ہو کہ اس سے اخبار کی تکمیل کی صورت نکلتی ہے اور اس کی تکمیل سے کل قوم کو ایک فائدہ پہنچتا ہے جسکا حصہ انجام کار ہمکو بھی ضرور ملتا ہے

غرض

اول تو خود پڑھے ہوئے یا ناخواندہ کے سوال کو اوٹھا کر اخبار کو قومی اخبار سمجھ کر خریدنا چاہیے اور اسکے مفاد و منافع کو ذاتی مفاد و منافع کی مد میں داخل کیا جاوے ایک ضروری فرض اسکو قرار دیا جاوے پھر اگر اخبار مفید اور سودمند ہو تو کم از کم قوم اپنے فرض سے سبکدوش ہو جائیگی۔

اور

وسعت اشاعت کیلئے خریداران کی راہ میں سہولتوں کا بہم پہنچانا یہ میرا کام ہو گا۔

چنانچہ

میں اعلان دیتا ہوں کہ مندرجہ ذیل شرحوں پر آج کی تاریخ کے بعد خریداری کی درخواست کرنے پر الحکم جاری ہو سکے گا میں چاہتا ہوں کہ دو لاکھ آدمیوں کی جماعت میں الحکم سات سال کا پرانا اخبار کم از کم دس ہزار ہفتہ وار شائع ہو جسکو اگر دس دس آدمی بھی پڑھیں گے تو ہفتہ وار ایک لاکھ آدمیوں کے درمیان یہ تبلیغ ہو سکیگی لیکن عامی ان شرحوں پر اخبار جاری کرانے کے لئے اپنی مالی استعداد اور حالت کا خود اندازہ کر لینا چاہیے کہ کس شرح پر اخبار خرید سکتے ہو کیونکہ بعض شرحیں ایسی ہیں جن میں اخبار کی اصل لاگت بھی وصول نہیں ہوتی ساتھ ہی یہ بھی شرط ہے کہ یہ رعایتی شرح ایسی صورت میں جاری رہ سکے گی اگر قوم الحکم کی اشاعت کو بڑہانے کی فکر کرے اور ہر شخص خواہ وہ الحکم کا خریدار ہے یا نہیں الحکم کے لئے خریدار بہم پہنچانے کی ہمت اور فیاضی کی بنا پر جہاں تک تعلق اسباب کا ہے میں جرأت کرتا ہوں اور اب دعوے سے کہہ سکتا ہوں کہ الحکم جیسے مفید اور کسی حد تک مکمل اخبار کے برابر کوئی ہفتہ وار اخبار ۱۶ صفحہ کا اتنا سستا نہیں رہے گا۔

جب اشاعت اس حد تک پہنچ جاوے گی تو ناظرین الحکم دیکھیں گے کہ انشاء اللہ الحکم کے ذریعہ انکو کیا کیا نادرات بہم پہنچائے جاتے ہیں۔ کیونکہ اس صورت میں کمل شان کے رکھنے کی گنجائش نکل سکتی ہے اور ایڈیٹر کو اپنے معلومات بڑہانے اور تجربی بھلی قابلیت کو زیادہ مفید بنانے کا موقع مل سکے گا جبکہ اوسکو منیجری۔ محاسبی اور کلرکی وغیرہ کے امور سے فرصت نکل آئیگی اس کے ساتھ ہی مجھ یہ بھی عرض کرنا ہے کہ یہ رعایتیں جدید خریداروں کے لئے ہونگی اور جسقدر اشاعت زیادہ ہو گی اس کا ثواب جو چند جیبوں سے بہت بڑھ کر گراں قیمت پر پرانے خریداروں کو بھی ملے گا۔

غرض

جنوری ۱۹۰۸ء سے پہلے پہلے مندرجہ ذیل شرحوں پر دس ہزار خریدار بہم پہنچائے جاویں

چار روپیہ سالانہ قیمت دینے والے

دو ہزار

تین روپیہ آٹھ آنہ سالانہ قیمت دینے والے

تین ہزار

دو روپیہ بارہ آنہ قیمت سالانہ دینے والے

چار ہزار

اب کوئی بتلائے کہ ۱۶ صفحہ کا اخبار جو اعلیٰ درجہ کے کاغذ پر ہفتہ وار دیا جاوے تین روپیہ آٹھ آنہ یا دو روپیہ ۱۲ سالانہ بھی اسکی کچھ قیمت ہو سکتی ہے اسقدر ارزانی کے ساتھ اگر اشاعت بیس ہزار نہ ہو تو کم از کم دس ہزار تک کیوں نہ پہنچائی جاوے اب یہ کام قوم کا ہے۔ جدید خریداروں کے لئے رجسٹر الگ کھولا جاویگا درخواستیں اس شرط کے ساتھ آنی چاہئیں کہ پہلا پرچہ قیمت طلب بھیجا جاوے بغیر اس کے کوئی درخواست درج رجسٹر نہ ہو گی کیا اس سے بڑھ کر کوئی رعائت

کمی قیمت میں ہو سکتی ہے؟۔ میں امید کرتا ہوں کہ جیسا میں نے اوپر بیان کیا ہے الحکم کو ایک قومی اخبار بنانے کی غرض سے اسکی ہفت سالہ خدمات کا لحاظ کرکے ہر احمدی سعی کرے گا کہ اس کی اشاعت عام ہو اور اس کی ترتیب میں جو تبدیلیاں کی جانے والی ہیں وہ میں کسی اگلی اشاعت میں انشاء اللہ ظاہر کرونگا۔

بزرگان ملت اور اہل دل اصحاب کی خدمت میں التماس ہے کہ وہ اس موقع پر اپنے رسوخ اور زور قلم سے کام لیں اور الحکم کی توسیع اشاعت کے

کام میں شریک ہوں۔ الحکم کے قدیم سرپرستوں اور مربیوں کے نام میں ایک علیحدہ چٹھی مع فہرست خریداران الگ بھیجنے والا ہوں میں اون سے بہ درخواست کرونگا کہ فہرست میں جسقدر نام اون کو چاہے گئے ہیں وہ پورے کر کے بھیجیں۔ امید ہے کہ جن بزرگوں کے پاس میری وہ سرکلر لیٹر پہنچے گی وہ اپنی سعی اور ہمت سے میری اس تحریک میں گری مدد دیں گے اور بالآخر ساری توفیقیں اللہ تعالیٰ ہی کے ہاتھ میں ہیں اس لئے اسی سے دعا ہے کہ وہ ایسے نیک کاموں میں ہمیں اخلاص کی توفیق دے

آمین

عیسائیوں کی نجات ناممکن

سوال ضروری

عیسائیوں کے عقیدہ میں داخل ہے کہ نجات بدون اعمال صالح کے صرف ایمان کے ساتھ ہوگی اس عقیدہ کی بنیاد پولوس کے خط رومیوں باب ۳ آیت ۲۸ پر مبنی ہے اور وہ عبارت یہ ہے کیونکہ ہمنے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ آدمی ایمان ہی سے بے اعمال شریعت کے راستباز ٹھہرتا ہے۔ ظاہر ہے کہ راستبازی ہی ذریعہ دخول جنت کا ہے بموجب قول پولوس بدون اعمال صالحہ مجرد ایمان سے حاصل ہو سکتی ہے عیسائیوں کے اس عقیدہ کے ابطال پر ہم دو دلیلیں پیش کرتے ہیں منصف مزاج بندگان خدا انصاف سے غور فرمائیں دلیل اول۔ حضرت یعقوب حواری اپنے خط باب ۲ آیت ۲۴ میں فرماتے ہیں پس تم دیکھتے ہو کہ آدمی اعمال سے راستباز ٹھہرایا جاتا ہے اور صرف ایمان سے نہیں ۲۵ اسی طرح راحب بھی جو فاحشہ تھی جب اوس نے جاسوسوں کی مہمانی کی اور اونہیں دوسرے راہ سے باہر کر دیا کیا اعمال سے راستباز نہ ٹھیری ۲۶ پس جیسا بدن بے روح مردہ ہے ویسا ہی ایمان بے اعمال مردہ ہے۔ اے حضرات ناظرین پولوس بدون اعمال حسنہ کے صرف ایمان ہی کو نجات کا ذریعہ ٹھیراتا ہے اور برخلاف پولوس کے حضرت یعقوب حواری محض ایمان کو نجات کے لئے کافی نہیں کہتا بلکہ ایمان کے ساتھ اعمال حسنہ شامل کر کے نجات کا حاصل ہونا بیان فرما رہا ہے اور مجرد ایمان کو بدون اعمال کے مردہ قرار دینا حضرت یعقوب حواری کا بدون اعمال کے محض ایمان سے نجات نہ ہونے پر ان کے عقیدہ کو ناسخ پر دلیل ہے اب ایسے صریح اختلاف اسقدر تناقض امر میں عیسائی صاحبان کو لامحالہ ایک قول کی تکذیب کرنی پڑے گی خواہ پولوس کے قول مندرجہ خط رومیوں باب ۳ آیت ۲۸ کو غلط قرار دیں خواہ یعقوب حواری کا فرمانا خط یعقوب باب ۲ آیت ۲۴ کا انکار کریں۔ کیونکہ دونوں اقوال مذکورہ بالا میں صریح ضد ہے۔ اور اجتماع ضدین کا ایک جا پر جمع ہونا محال عادی ہے۔ مگر ہمیں امید ہے کہ مفت کی نجات کے شائق حضرات عیسائی بدون اعمال کے صرف ایمان ہی کو نجات کا ذریعہ ٹھیرائینگے اور یعقوب حواری کے قول کی پرواہ نہ کریں گے کیونکہ متقدمین علمائے عیسوی بھی حضرت یعقوب حواری کے خط پر بہت حملے کر چکے ہیں اور اس کو حواری سے نسبت دے چکے ہیں سچ ہے پولوس کے مقابل بیچارے حضرت یعقوب حواری راستباز کی کب دال گلتی ہے + دلیل دوم۔ عیسائی صاحبان کو بموجب قول پولوس مندرجہ خط رومیوں باب ۳ آیت ۲۸ کے نجات کا دارومدار صرف ایمان بلا اعمال صالحہ کے ٹھہرانا حضرت یعقوب حواری اور عہد عتیق کے خلاف ہے اب اس امر کی تحقیق نہایت ضروری ہے کہ نجات کا ذریعہ بدون اعمال کے مجرد ایمان کو ٹھیرانے والوں سے اول ایمان کی حقیقت اور اس کے علامات دریافت کریں کیونکہ بدون علامات کے کسی شے کا وجود متحقق ہونا غیر ممکن ہے حضرات ناظرین سچے ایمان کے علامات اور پہچان اناجیل میں جا بجا بیان ہوئے ہیں۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اول اون علامات مندرجہ اناجیل سے عیسائیوں کے ایمان کی پرتال کیجاوے اگر علامات مقررہ کردہ اناجیل عیسائی صاحبان میں وہ سچا ایمان معہ شرائط کے پایا جاوے تو نجات کا حاصل ہونا بدون اعمال صالحہ صرف کامل ایمان سے کافی ہو سکے۔ ظاہر ہے کہ اگر علامات سچے ایمان مندرجہ اناجیل عیسائیوں میں ثابت ہی نہ ہوں تو عیسائیوں کا ناقص ایمان جسکو حضرت یعقوب حواری بدون اعمال مردہ ایمان فرما چکے ہیں کیونکر نجات کا ذریعہ ٹھہر سکتا ہے۔

اب ہم اناجیل موجودہ سے سچے ایمان کے علامات بیان کرتے ہیں۔

اوّل۔ انجیل متی باب ۱۷ آیت ۱۹ و ۲۰ میں لکھا ہے تب شاگردوں نے الگ یسوع کے پاس آ کے کہا ہم اس کو یعنے دیو کو کیوں نہ نکال سکے یسوع نے انہیں کہا اپنی بے ایمانی کے سبب کیونکہ میں تمسے سچ کہتا ہوں کہ اگر تمہیں رائی کے دانے کے برابر ایمان ہوتا تو اگر تم اس پہاڑ کو کہو کہ یہاں سے وہاں چلا جا تو وہ چلا جاتا اور کوئی بات تمہاری ناممکن نہ ہوتی + دیکھئے بموجب قول حضرت مسیح۔ اگر کسی عیسائی میں رائی کے دانے برابر بھی سچا ایمان ہو تو وہ اپنی ایمانی طاقت سے پہاڑوں کو اون کی جگہ سے حکما ہٹا سکتا ہے۔ ہم عیسائیوں میں یہ سچی ایمانی طاقت نہیں پاتے اور امتحاناً زمانہ حال کے عیسائیوں کے سامنے ایک اینٹ رکھ دیتے ہیں کوئی عیسائی اپنی ایمانی قوت سے اس اینٹ کو جنبش دے کر دکھائے ورنہ سچے ایمان کی جگہ صفر خیال کیا جاوے +

دوم۔ انجیل مرقس باب ۱۶ آیت ۱۷ میں لکھا ہے کہ وے جو ایمان لائینگے اون کے ساتھ یہ علامتیں ہونگی کہ وے میرے نام سے دیووں کو نکالیں گے اور نئی زبانیں بولیں گے سانپوں کو اوٹھائینگے اور اگر کوئی ہلاک کرنے والی چیز پئینگے اونہیں کچھ نقصان نہ ہوگا وے بیماروں پر ہاتھ رکھیں گے تو چنگے ہو جائیں گے عبارت انجیل مرقس سے صریح معلوم ہوتا ہے جو ایمان لاویگا اوس کی یہ علامتیں ہونگی۔ لفظ جو عام ہے ہر ایک ایمان لانے والے پر صادق آتا ہے اور سچے ایماندار کے لئے پانچ علامتیں مقرر فرمائیں ہیں اوّل دیووں کو نکالنا دوم نئی زبانیں بدون اکتساب کے ایمانی طاقت سے خود بخود بولنا سوم زہریلے سانپوں کو اوٹھا لینا اور اون کا نہ ڈسنا چہارم۔ ہلاک کرنیوالی چیز مثلاً سم الفار وغیرہ کا کھانا اور اون کا ضرر نہ ہونا۔ پنجم۔ بیماروں کو بدون دوا کے ایمانی قوت سے اچھا کرنا۔ کیوں حضرات عیسائی صاحبان ان علامات مذکورہ بالا سے موصوف کوئی سچا ایماندار عیسائی اگر صفحہ دنیا پر موجود ہے تو براہ مہربانی اس کا نشان دیں ورنہ بدون علامات کے نام کی ایمانداری کا دعویٰ نجات کا ذریعہ کیونکر ہو سکتا ہے۔ سوم۔ انجیل یوحنا باب ۱۴ آیت ۱۲ میں حضرت مسیح کا قول یوں منقول ہے میں تمسے سچ سچ کہتا ہوں کہ جو مجھپر ایمان لاتا ہے یہ کام یعنے معجزے وغیرہ جو میں کرتا ہوں وہ بھی کرے گا اور ان سے بھی بڑے کام کریگا۔ کیا آجکل یا پہلے کوئی سچا ایماندار عیسائی ہوا ہے جس نے ایمانی طاقت سے حضرت مسیح سے زیادہ معجزے کئے ہوں۔ ہم دعوے سے کہتے ہیں زمانہ حال میں کوئی سچا ایماندار عیسائی نظر نہیں آتا جو زیادہ تو کیا ایک معجزہ مثل حضرت مسیح کے اپنی ایمانی طاقت سے دکھلا سکے پس بدون علامات کے سچا ایمان نہیں ہو سکتا۔ اس لئے ناقص ایمان نجات کا وسیلہ کیونکر ٹھہر سکتا ہے۔ چہارم۔ خط یعقوب باب ۵ آیت ۱۴ میں لکھا ہے کہ کوئی تم میں بیمار ہے تو کلیسیا کے بزرگوں کو پاس بلاوے اور وے خداوند کے نام سے اس پر تیل ڈال کر اوس کے لئے دعا مانگیں اور دعا جو ایمان کے ساتھ ہو اس بیمار کو بچاوے گی اور خداوند اسکو اوٹھا کھڑا کرے گا اگر گناہ کئے ہوں تو اسکے معافی ہوگی + دیکھئے سچے ایمان کی پہلی علامت بیماروں کو چنگا کرنا ہے کیا وجہ ہے کہ عیسائیوں نے ایمانی طاقت سے ہندوستان و پنجاب میں آجتک کوئی بیمار اچھا نہیں کیا بلکہ مثل فرنگستان کے محمد ڈاکٹروں کے شفاخانے جابجا جاری کئے مشنری شفاخانوں کا خواہ زنانہ ہوں یا مردانہ اصل منشاء ترقی دین عیسویت ہے۔ افسوس اگر سچی ایمانی قوت سے بدون دوا کے صرف بذریعہ دعا

ایک عیسائی کے چند سوالوں کا جواب

مرقومہ حضرۃ حجۃ اللہ مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

سوال

محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو کبھی کوئی معجزہ نہ ملا۔ جیسا کہ سورہ عنکبوت میں درج ہے (ترجمہ عربی کا) اور کہتے ہیں کیوں نہ اتریں اس پر کچھ نشانیاں یعنی کوئی ایک بھی کیونکہ لا نافیہ اس آیت میں جو کہ جنسی ہے کل جنس کی نفی کرتا ہے اسکے رستے اور سورہ بنی اسرائیل میں بھی اور ہم نے موقوف کیں نشانیاں بھیجنی کہ اگلوں نے انکو جھٹلایا اس سے صاف ظاہر ہے خدا نے کوئی معجزہ نہیں دیا حقیقت میں اگر کوئی معجزہ ملتا تو وہ نبوۃ اور قرآن پر منحصر نہ ہوتے۔

فاما الجواب

جن خیالات کو عیسائی صاحب نے اپنی عبارۃ میں بصورۃ اعتراض پیش کیا ہے وہ درحقیقت اعتراض نہیں ہیں بلکہ وہ تین غلط فہمیاں ہیں جو بوجہ قلت تدبر ان کے دل میں پیدا ہوگئی ہیں ذیل میں ہم الگ الگ ان غلط فہمیوں کو دور کرتے ہیں۔

پہلی غلط فہمی کی نسبت جواب یہ ہے کہ نبی برحق کی نشانی ہرگز نہیں ہے کہ خدا تعالیٰ کی طرح ہر ایک مخفی بات کا بالاستقلال اسکو علم بھی ہو بلکہ اپنے ذاتی اقتدار اور اپنی ذاتی خاصیت سے عالم الغیب ہونا خدا تعالیٰ کی ذات کا ہی خاصہ ہے۔ قدیم سے اہل حق حضرت واجب الوجود کے علم غیب کی نسبت وجوب ذاتی کا عقیدہ رکھتے ہیں اور دوسرے تمام ممکنات کی نسبت امتناع ذاتی اور امکان بالوجوب عز اسمہ کا عقیدہ ہے یعنی یہ عقیدہ کہ خدا تعالیٰ کی ذات کے لیے عالم الغیب ہونا واجب ہے اور اس کے ہویت حقہ کی یہ ذاتی خاصیت ہے کہ عالم الغیب ہو مگر ممکنات کے جو ہالکۃ الذات اور باطلۃ الحقیقت ہیں اس صفت میں اور ایسا ہی دوسری صفات میں شراکت بحضرۃ باری عز اسمہ جائز نہیں اور جیسا ذات کے رو سے شریک الباری ممتنع ہے ایسا ہی صفات کی رو سے بھی ممتنع ہے پس ممکنات کے لیے نظراً علی ذاتہم عالم الغیب ہونا مستحیلات میں سے ہے خواہ نبی ہوں یا محدث ہوں یا ولی ہوں ہاں الہام الٰہی سے اسرار غیبیہ کو معلوم کرنا یہ ہمیشہ خاص اور برگزیدہ کو حصہ ملتا رہا ہے اور اب بھی ملتا ہے جسکو ہم صرف تابعین آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم میں پاتے ہیں یکسی اور میں عادۃ اللہ اسی طرح پر جاری ہے کہ وہ کبھی کبھی اپنے مخصوص بندوں کو اپنے بعض اسرار خاصہ پر مطلع کر دیتا ہے۔ اور اوقات مقررہ اور مقدرہ میں سے بعض غیب انپر ہوتا ہے بلکہ کامل مقرب اللہ اسی سے زمانے جاتے اور شناخت کیے جاتے ہیں۔ کہ بعض اوقات آئندہ کی پیشین باتیں یا کچھ چھپے اسرار انھیں بتلائے جاتے ہیں مگر یہ نہیں کہ ان کے اختیار اور ارادہ اقتدار سے بلکہ خدا تعالیٰ کے ارادہ اور اختیار اور اقتدار سے یہ سب نعمتیں انھیں ملتی ہیں۔

وہ جو اسکی مرضی پر چلتے ہیں اور اسی کے ہو رہتے اور اسی میں کھوئے جاتے ہیں اس خیر محض کی ان سے کچھ ایسی ہی عادت ہے کہ اکثر ان کی سنتا اور ان پر گذشتہ نقل یا آئندہ کا منشا بسا اوقات انپر ظاہر کر دیتا ہے مگر بغیر اعلام الٰہی انھیں کچھ بھی معلوم نہیں ہوتا وہ اگرچہ خدا تعالیٰ کے مقرب تو ہوتے ہیں مگر خدا تو نہیں ہوتے سمجھائے سمجھتے ہیں بتلائے جانتے ہیں دکھلائے دیکھتے ہیں بلائے بولتے ہیں اور اپنی ذات میں کچھ بھی نہیں ہوتے جب طاقت عظمیٰ انھیں اپنے الہام کی تحریک سے بلاتی ہے تو وہ بولتے ہیں اور جب دکھاتی ہے تو دیکھتے ہیں اور جب سناتی ہے تو سنتے ہیں اور جبتک خدا تعالیٰ انپر کوئی پوشیدہ بات ظاہر نہیں کرتا تب تک انھیں اس بات کی کچھ بھی خبر نہیں ہوتی تمام نبیوں کے حالات زندگی (لائف) میں اسکی شہادۃ پائی جاتی ہے۔ حضرۃ مسیح علیہ السلام کی طرف ہی دیکھو کہ وہ کیونکر اپنی لاعلمی کا آپ اقرار کر کے کہتے ہیں کہ اس دن اور اس گھڑی کی بابت سوا باپ کے نہ تو فرشتے جو آسمان پر ہیں نہ بیٹا کوئی نہیں جانتا باب ۱۳۔ آیت ۳۲ مرقس۔

اور پھر وہ فرماتے ہیں کہ میں آپ سے کچھ نہیں کرتا (یعنی کچھ نہیں کر سکتا) مگر جو میرے باپ نے سکھلایا وہ باتیں کہتا ہوں کسیکو راستبازوں کے مرتبہ تک پہونچانا میرے اختیار میں نہیں ہے مجھے کیوں نیک کہتا ہے نیک کوئی نہیں مگر ایک یعنی خدا۔ مرقس۔

غرض کسی نبی نے باقتدار یا عالم الغیب ہونے کا دعویٰ نہیں کیا دیکھیں اس عاجز بندہ کی طرف جسکو مسیح کر کے پکارا جاتا ہے اور جسکو نادان مخلوق پرستوں نے خدا سمجھ رکھا ہے کہ کیسا اس نے ہر مقام میں اپنے قول اور فعل سے ظاہر کر دیا کہ میں ایک ضعیف اور کمزور اور ناتوان بندہ ہوں اور مجھ میں ذاتی طور پر کوئی بھی خوبی نہیں اور آخری اقرار جیسا انکا خاتمہ ہوا کیسا پیارا لفظ ہے چنانچہ انجیل میں لکھا ہے کہ وہ یعنی مسیح (اپنی گرفتاری کی خبر پاکر) گھبرانے اور بہت دلگیر ہونے لگا اور ان سے (یعنی حواریوں سے) کہا کہ میری جان کا غم موت کا سا ہے اور وہ تھوڑا آگے جاکر زمین پر گر پڑا (یعنی سجدہ کیا) اور دعا مانگی کہ اگر ہو سکے تو یہ گھڑی مجھ سے ٹل جائے اور کہا کہ اے ابا اے باپ سب کچھ تجھ سے ہو سکتا ہے اس پیالہ کو مجھ سے ٹال دے۔ یعنی تو قادر مطلق ہے اور میں ضعیف ہوں اور عاجز بندہ ہوں تیرے ٹالنے سے یہ بلا ٹل سکتی ہے اور آخر ایلی ایلی لما سبقتنی کہکر جان دی جس کا ترجمہ یہ ہے کہ اے میرے خدا اے میرے خدا تو نے مجھے کیوں چھوڑ دیا۔

اب دیکھیے کہ اگرچہ دعا تو قبول نہ ہوئی کیونکہ تقدیر مبرم تھی ایک مسکین مخلوق کی خالق کے قطعی ارادہ کے آگے کیا پیش جاتی تھی مگر حضرت مسیح نے اپنی عاجزی اور بندگی کے اقرار کو نہایت تک پہونچا دیا اس امید سے کہ شاید قبول ہو جائے اگر انھیں پہلے سے علم ہوتا کہ دعا رد کی جائے گی ہرگز قبول نہیں ہوگی تو وہ ساری رات برابر فجر تک اپنے بچاؤ کے لیے کیوں دعا کرتے رہتے اور کیوں اپنے تئیں اور اپنے حواریوں کو بھی تقید سے اس لاحاصل مشقت میں ڈالتے۔

سو بقول معترض صاحب ان کے دل میں یہی تھا کہ انجام خدا کو معلوم ہے مجھے معلوم نہیں۔ پھر ایسا ہی حضرۃ مسیح کی بعض پیشگوئیوں کا صحیح نہ نکلنا دراصل اسی وجہ سے تھا کہ بباعث عدم علم بر اسرار مخفیہ اجتہادی طور پر تشریح کرنے میں ان سے غلطی ہو جاتی تھی جیسا کہ آپ نے فرمایا تھا کہ جب نئی خلقت میں ابن آدم اپنے جلال کے تخت پر بیٹھے گا تم بھی (اے میرے بارہ حواریو) بارہ تختوں پر بیٹھو گے دیکھو باب ۲۰۔ آیت ۲۸ متی۔

لیکن اسی انجیل سے ظاہر ہے کہ یہودا اسکریوطی اس تخت سے بے نصیب رہ گیا اس نے کانوں سے تخت نشینی کی خبر سن لی مگر تخت پر بیٹھنا اسے نصیب نہ ہوا اب راستی اور سچائی سے یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر حضرت مسیح کو اس شخص کے مرتد اور بد عاقبت ہونے کا پہلے سے علم ہوتا تو کیوں اسکو تخت نشینی کی جھوٹی خبر سناتے۔ ایسا ہی اگر یہ

آپ ایک انجیر کا درخت دور سے دیکھکر انجیر کھانے کی نیت سے اسکی طرف گئے مگر جاکر دیکھا تو معلوم ہوا کہ اُس پر ایک بھی انجیر نہیں تو آپ بہت ناراض ہوئے اور غضب کی حالت میں اُس انجیر کو بددعا دی جس کا کوئی بد اثر انجیر پر ظاہر نہ ہوا۔ اگر آپکو کچھ غیب کا علم ہوتا تو بے ثمر درخت کی طرف اُس کا پھل کھانے کے ارادہ سے کیوں جاتے۔

ایسا ہی ایک مرتبہ آپ کے دامن کو ایک عورت نے چھوا تھا تو آپ چاروں طرف پوچھنے لگے کہ کس نے میرا دامن چھوا ہے۔ اگر کچھ علم غیب سے حصہ ہوتا تو دامن چھونے والی کا پتہ معلوم کرنا تو کچھ بڑی بات نہ تھی۔ اور ایک مرتبہ آپ نے یہ پیشگوئی بھی کی تھی کہ اس زمانہ کے لوگ گذر نہ جائینگے جبتک یہ سب کچھ (یعنی مسیح کا دوبارہ دنیا میں آنا اور ستاروں کا گرنا وغیرہ) واقع نہ ہولے لیکن ظاہر ہے کہ نہ اُس زمانہ میں کوئی ستارہ آسمان کا زمین پر گرا اور نہ حضرت مسیح عدالت کے لیے دنیا میں آئے اور وہ صدی تو کیا اُسپر اٹھارہ صدیاں اور بھی گذر گئیں اور اُنیسویں گذرنے کو عنقریب ہے سو حضرت مسیح کے علم غیب سے بے بہرہ ہونیکے لیے یہی چند نشانہا دہیں کافی ہیں جو کسی اور کتاب سے نہیں بلکہ چاروں انجیلوں سے دیکھکر ہمنے لکھی ہیں دوسرے اسرائیلی نبیوں کا بھی یہی حال ہے حضرت یعقوب نبی ہی تھے مگر انھیں کچھ خبر نہ ہوئی کہ اُسی گاؤں کے بیابان میں میرے بیٹے پر کیا گذر رہا ہے حضرت دانیال اُس مدت تک کہ خدا تعالےٰ نے بخت النصر کے رویا کی اُنپر تعبیر کھولدی کچھ بھی علم نہیں رکھتے تھے کہ خواب کیا ہے اور اسکی تعبیر کیا ہے؟

پس اس تمام تحقیق سے ظاہر ہے کہ نبی کا یہ کہنا کہ یہ بات خدا کو معلوم ہے مجھے معلوم نہیں بالکل سچ اور اپنے محل پر چسپاں اور سراسر اُس نبی کا شرف اور اسکی عبودیت کا فخر ہے بلکہ ان باتوں سے اپنے آقائے کریم کے آگے اُس کی شان بڑھتی ہے نہ یہ کہ اُسکے منصب نبوۃ میں کچھ فتور لازم آتا ہے ہاں اگر یہ تحقیق منظور ہو کہ خدا تعالےٰ کے اعلام سے جو اسرار غیب حاصل ہوتے ہیں وہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو کسقدر ہوئے ہیں تو میں ایک بڑا ثبوت الہیات کا پیش کرنے کیلیے تیار ہوں کہ جسقدر توریت و انجیل اور تمام بائیبل میں نبیوں کی پیشگوئیاں لکھی ہیں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئیاں کما و کیفا ہزار درجہ بڑھکے بھی زیادہ ہیں جن کی تفصیل احادیث نبویہ کی رو سے جو بڑی تحقیق سے قلم بند کی گئی ہیں معلوم ہوتی ہے اور اجمالی طور پر مگر کافی اور اطمینان بخش اور نہایت موثر بیان قرآن شریف میں موجود ہے پھر دیگر اہل مذاہب کی طرح مسلمانوں کے ہاتھ میں صرف قصہ ہی نہیں بلکہ وہ تو ہر صدی میں غیر قوموںکو کہتے رہتے ہیں اور اب بھی کہتے ہیں کہ یہ سب برکات اسلام میں ہمیشہ کے لیے موجود ہیں بھائیو آؤ اول آزماؤ پھر قبول کرو مگر اُن آوازوں کو کوئی نہیں سنتا حجت الٰہی اُنپر پوری ہے کہ ہم بلاتے ہیں وہ نہیں آتے اور ہم دکھاتے ہیں وہ نہیں دیکھتے انھوں نے آنکھوں اور کانوں کو بکلی ہم سے پھیر لیا تا نہ ہو کہ وہ سُنیں اور دیکھیں اور ہدایت پائیں۔

دوسری غلط فہمی جو معترض نے پیش کی ہے یعنی یہ کہ اصحاب کہف کی تعداد کی بابت قرآن شریف میں غلط بیان ہے یہ نرا دعویٰ ہے معترض نے اسبارے میں کچھ نہیں لکھا کہ وہ بیان کیوں غلط ہے اور اُسکے مقابل پر صحیح کونسا بیان ہے اور اُسکی صحیح ہونے کے دلائل ہیں تا اُس کے دلائل پر غور کیجاتی اور جواب شافی دیا جائے اگر معترض کو قرآن کے بیان پر کچھ کلام تھا تو اُسکے وجوہات پیش کرنے چاہییں تھے۔ بغیر پیش کرنے وجوہات کے یونہی غلط ٹھیرانا منصف حق جو کا کام نہیں ہے۔

تیسری غلط فہمی معترض کے دل میں یہ پیدا ہوئی ہے کہ قرآن شریف میں لکھا ہے کہ ایک بادشاہ (جس کی سیر و سیاحت کا ذکر قرآن شریف میں ہے) سیر کرتا کرتا کسی ایسے مقام تک پہونچا جہاں اُسے سورج دلدل میں چھپتا نظر آیا اب عیسائی صاحب مجاز سے حقیقت کی طرف رُخ کر کے یہ اعتراض کرتے ہیں کہ سورج اتنا بڑا ہو کر ایک چھوٹے سے دلدل میں کیونکر چھپ گیا۔ یہ ایسی بات ہے کہ جیسے کوئی کہے کہ انجیل میں یسوع کو خدا کا برہ لکھا ہے یہ کیونکر ہو سکتا ہے برہ تو وہ ہو سکتا ہے جس کے سر پر سینگ اور بدن پر پشم وغیرہ بھی ہو اور چار پایوں کی طرح سرنگوں چلتا اور وہ چیزیں کھاتا ہو جو برے کھایا کرتے ہیں۔

اےصاحب آپ نے کہاں سے اور کس سے سُن لیا کہ قرآن شریف نے واقعی طور پر سورج کے دلدل میں چھپنے کا دعویٰ کیا ہے قرآن شریف تو فقط منصب نقل خیال اسقدر فرماتا ہے کہ اُس شخص کو اُسکی نگاہ میں دلدل میں سورج چھپتا ہوا نظر آیا سو یہ تو ایک شخص کی رویت کا حال بیان کیا گیا ہے کہ وہ ایسی جگہ پہونچا جس جگہ سورج کسی پہاڑ یا آبادی یا درختوں کی اوٹ میں چھپتا ہوا نظر آتا تھا جیسا کہ عام دستور ہے بلکہ دلدل میں چھپتا ہوا معلوم دیتا تھا مطلب یہ کہ اُس جگہ کوئی آبادی یا درخت یا پہاڑ نزدیک نہ تھے بلکہ جہانتک نظر وفا کرے اُن چیزوں میں سے کسی چیز کا نشان نظر نہیں آتا تھا فقط ایک دلدل تھا جس میں سورج چھپتا دکھائی دیتا تھا۔

ان آیات کا سیاق سباق دیکھو کہ اسجگہ ہیئت کی تحقیق کا کچھ ذکر بھی ہے فقط ایک شخص کی دور دراز سیاحت کا ذکر ہے اور ان باتوں کے بیان کرنے سے اسی مطلب کا اثبات منظور ہے کہ وہ ایسے غیر آباد مقام پر پہونچا۔ سو اسجگہ ہیئت کے مسائل لے بیٹھنا بالکل سمجھ نہیں تو اور کیا ہے۔ مثلاً اگر کوئی کہے کہ آج رات بادل وغیرہ سے آسمان خوب صاف ہو گیا تھا اور ستارے آسمان کے نقطوں کیطرح چمکتے ہوئے نظر آتے تھے تو اُس سے یہ جھگڑا لے بیٹھیں کہ کیا ستارے نقطوں کی مقدار پر ہیں اور ہیئت کی کتابیں کھولکر پیش کریں تو بلاشبہ یہ حرکت مجنونوں کی سی حرکت ہوگی کیونکہ اُس وقت متکلم کی نیت میں واقعی امر کا بیان کرنا مقصود نہیں وہ تو صرف مجازی طور پر جیطرح ساری دنیا جہان بولتا ہے بات کر رہا ہے۔ اے وہ لوگو جو عشاء ربانی میں یسوع کا لہو پیتے اور گوشت کھاتے ہو کیا ابھی تک تمھیں مجازات اور استعارات کے استعمال کا نہایت وسیع دروازہ کھلا ہے اور وحی الٰہی اُنھیں محاورات و استعارات کو اختیار کرتی ہے جو سادگی سے عوام الناس نے اپنے روزمرہ کی بات چیت اور بول چال میں اختیار کر رکھی ہیں فلسفہ کی دقیق اصطلاحات کی ہر جگہ اور ہر محل میں پیروی کرنا وحی کی طرز نہیں کیونکہ روئے سخن عوام الناس کی طرف ہے پس ضرور ہے کہ اُن کی سمجھ کے موافق اور اُن کے محاورات کے لحاظ سے بات کی جائے۔ حقائق و دقائق کا بیان کرنا بجائے خود ہے مگر محاورات کا چھوڑنا اور مجازات اور استعارات عادیہ سے یکلخت کنارہ کش ہونا ایسے شخص کے لیے ہرگز روا نہیں جو عوام الناس کے مذاق پر بات کرنا اسکا فرض منصب ہو تا وہ اُسکی بات کو سمجھیں اور اُنکے دلوں پر اسکا اثر ہو لہذا یہ مسلم ہے کہ کوئی ایسی الہامی کتاب نہیں جس میں مجازات اور استعارات سے کنارہ کیا گیا ہو یا کنارہ کرنا جائز ہو کیا کوئی کلام الٰہی دنیا میں ایسا بھی آیا ہے؟ اگر ہم غور کریں تو ہم خود ہر روزہ بول چال میں صدہا

مجازات و استعارات بول جاتے ہیں اور کوئی بھی اُن پر اعتراض نہیں کرتا مثلاً کہا جاتا ہے کہ ہلال بال سا باریک ہے اور ستارے نقطے سے ہیں یا چاند بادل کے اندر چھپ گیا اور سورج ابھی تک بمشکل پہر دن چڑھا ہے نیزہ بھر اوپر آیا ہے یا ہم نے ایک رکابی پلاؤ کی کھائی یا ایک پیالہ شربت کا پی لیا تو ان سب باتوں سے کسی کے دل میں یہ دھوکا شروع نہیں ہوتا کہ ہلال کیونکر بال سا باریک ہو سکتا ہے اور ستارے کیونکر بقدر نقطوں کے ہو سکتے ہیں یا چاند بادل کے اندر کیونکر سما سکتا ہے اور کیا سورج نے باوجود اپنی اس تیز حرکت کے جس سے وہ ہزار کوس ایک دن میں طے کر لیتا ہے ایک پہر میں فقط بقدر نیزہ کے اتنی مسافت طے کی ہے۔ اور نہ رکابی پلاؤ کی کھانے یا پیالہ شربت کا پینے سے یہ کوئی خیال کر سکتا ہے کہ رکابی اور پیالہ کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے کھا لیا ہوگا بلکہ یہ سمجھیں گے کہ جو اُن کے اندر چاول اور پانی ہے وہی کھایا پیا ہوگا نہایت صاف بات پر اعتراض کرنا کوئی مخالف بھی پسند نہیں کرتا انصاف پسند عیسائیوں سے پوچھئے خود سنا ہوگا کہ ایسے ایسے اعتراض ہم میں سے وہ لوگ کرتے ہیں جو بےخبر یا سخت درجہ کے متعصب ہیں۔ پھر بھلا یہ کیا حق دری ہے؟ کہ اگر کلام الٰہی میں مجاز یا استعارہ کی صورت پر کچھ وارد ہو تو اس بیان کو حقیقت پر حمل کر کے مورد اعتراض بنایا جائے اس صورت میں کوئی الہامی کتاب بھی اعتراض سے نہیں بچ سکتی جہاز میں بیٹھنے والے اور اگن بوٹ پر سوار ہونے والے ہر روز یہ تماشا دیکھتے ہیں کہ سورج پانی میں سے ہی نکلتا ہے اور پانی میں ہی غروب ہوتا ہے اور صدہا مرتبہ آپس میں جیسا کہتے ہیں بولتے بھی ہیں کہ وہ نکلا اور غروب ہوا اب ظاہر ہے کہ اس بول چال کے وقت میں علم ہیئت کے دفتر ان کے آگے کھولنا اور نظام شمسی کا مسئلہ لے بیٹھنا گویا یہ جواب سننا ہے کہ اسے پاگل کیا یہ علم تجھ ہی کو معلوم ہے ہمیں معلوم نہیں۔

عیسائی صاحب نے قرآن شریف پر تو اعتراض کیا مگر انجیل کے وہ مقامات جن پر حقیقتاً درحقیقت اعتراض ہوتا ہے بھولے رہے مثلاً بطور نمونہ دیکھو کہ انجیل متی ۲۴ میں لکھا ہے کہ مسیح کو اُس وقت آسمان سے [illegible] کے لیے اُترتا دیکھو گے جب سورج اندھیرا ہو جائیگا اور چاند اپنی روشنی نہیں دے گا اور ستارے آسمان سے گر جائیں گے۔ اب ہیئت کا عالم یہ اشکال پیش کرتا ہے کہ کیونکر ممکن ہے کہ تمام ستارے زمین پر گر پڑیں اور سب ٹکڑے ٹکڑے ہو کر زمین کے کسی گوشہ میں جا پڑیں اور بنی آدم کو ان کے گرنے سے کچھ بھی حرج اور تکلیف نہ پہنچے اور سب زندہ اور سلامت رہ جائیں حالانکہ ایک ستارہ کا گرنا بھی سکان الارض کی تباہی کے لیے کافی ہے پھر یہ امر بھی قابل غور ہے کہ جب ستارے زمین پر گر کر زمین والوں کو صفحہ ہستی سے بے نشان و نابود کر دیں گے تو مسیح کا یہ قول کہ تم مجھے بادلوں میں آسمان سے اُترتا دیکھو گے کیونکر درست ہوگا جب لوگ ہزاروں ستاروں کے نیچے دبے ہوئے مرے پڑے ہوں گے تو مسیح کا اُترنا کون دیکھے گا اور زمین جو ستاروں کی کشش سے ثابت و برقرار ہے کیونکر اپنی حالت صحیحہ پر قائم اور ثابت رہ سکیگی اور مسیح کن برگزیدوں کو (جیسا کہ انجیل میں ہے) دور دور سے بُلائے گا اور کن کو سرزنش اور تنبیہ کرے گا۔ کیونکہ ستاروں کا گرنا تو بیداہت مستلزم عام فنا اور عام موت بلکہ تحت زمین کے انقلاب کا موجب ہوگا اب دیکھیے کہ یہ سب بیانات علم ہیئت کے برخلاف ہیں یا نہیں۔ ایسا ہی ایک اور اعتراض علم ہیئت کے رو سے انجیل پر ہوتا ہے اور وہ یہ ہے کہ انجیل متی میں ہے۔ دیکھو وہ ستارہ جو انہوں نے (یعنی مجوسیوں نے) پورب میں دیکھا تھا اُن کے آگے آگے چل رہا اور اس جگہ کے اوپر جہاں وہ لڑکا تھا جا کر ٹھہرا باب ۲ آیت ۹ متی۔

اب عیسائی صاحبان براہ مہربانی بتلا دیں کہ علم ہیئت کے رو سے اس عجیب ستارہ کا کیا نام ہے جو مجوسیوں کے ہم قدم اور اُن کے ساتھ ساتھ چلا تھا اور یہ کس قسم کی حرکت اور کن قواعد کے رو سے مسلم الثبوت ہے مجھے معلوم نہیں کہ انجیل متی ایسے ستارہ کے بارے میں ہیئت والوں سے کیونکر پیچھا چھڑا سکتی ہے۔ بعض صاحب تنگ آکر یہ جواب دیتے ہیں کہ یہ مسیح کا قول نہیں متی کا قول ہے۔ متی کے قول کو ہم الہامی نہیں جانتے یہ خوب جواب ہے جس سے انجیل کے الہامی ہونے کی بخوبی قلعی کھل گئی۔ اور میں بطور تنزل کہتا ہوں اگرچہ یہ مسیح کا قول نہیں متی یا کسی اور کا قول ہے مگر مسیح کا قول بھی تو (جس کو الہامی مانا گیا ہے اور جس پر ابھی ہماری طرف سے اعتراض ہو چکا ہے) اسی کا ہمرنگ اور ہمشکل ہے ذرہ اُس کو اصول ہیئت سے مطابق کر کے دکھلائے اور نیز یہ بھی یاد رہے کہ یہ قول الہامی نہیں بلکہ انسان کی طرف سے انجیل میں ملایا گیا ہے تو پھر آپ لوگ ان انجیلوں کو جو آپ کے ہاتھ میں ہیں۔ تمام بیانات کے اعتبار سے الہامی کیوں کہتے ہو صاف طور پر کیوں مشتہر نہیں کر دیتے کہ بجز اُن چند باتوں کے جو حضرت مسیح کے منہ سے نکلی ہیں باقی جو کچھ اناجیل میں لکھا ہے وہ مؤلفین نے صرف اپنے خیال اور اپنی عقل اور فہم کے مطابق لکھا ہے جو غلطی سے مبرا متصور نہیں ہو سکتا جیسا کہ پادری صاحبوں کی عام تحریروں سے مجھے معلوم ہوا ہے کہ یہ رائے عام طور پر مشتہر بھی کی گئی ہے یعنی بالاتفاق انجیلوں کے بارے میں یہ تسلیم کر لیا گیا ہے کہ جو کچھ تاریخی طور پر معجزات وغیرہ کا ذکر اُن میں پایا جاتا ہے وہ کوئی الہامی امر نہیں بلکہ انجیل نویسوں نے اپنے قیاس یا سماعت وغیرہ وسائل خارجیہ سے لکھ لیا ہے غرض پادری صاحبوں نے اس اقرار سے اُن بہت سے حملوں سے جو انجیلوں پر ہوتے ہیں اپنا پیچھا چھڑانا چاہا ہے اور پھر ایک انجیل میں تقریباً دس حصے انسان کا کلام اور ایک حصہ خدا تعالیٰ کا کلام مان لیا ہے۔ اور ان اقرارات کی وجہ سے جو جو نقصان اُنہیں اُٹھانے پڑے ہیں اُن میں سے ایک یہ بھی ہے کہ عیسیٰ کے معجزات اُن کے ہاتھ سے گئے اور اُن کا کوئی شافی کافی ثبوت اُن کے پاس نہ رہا کیونکہ جبکہ انجیل نویسوں نے تاریخی طور پر فقط اپنی طرف سے مسیح کے معجزات انجیلوں میں لکھے ہیں مگر مسیح کا اپنا خالص بیان جو الہامی کہلاتا ہے حواریوں کے بیان سے صریح مباین و مخالف معلوم ہوتا ہے بلکہ اُسی کی ضد و نقیض ہے وجہ یہ ہے کہ مسیح نے اپنے بیان میں جس کو الہامی کہا جاتا ہے جا بجا معجزات کے دکھلانے سے انکار ہی کیا ہے اور معجزات کے مانگنے والوں کو صاف جواب دے دیا ہے کہ تمہیں کوئی معجزہ دکھلایا نہیں جائے گا۔ چنانچہ ہیرودیس نے بھی مسیح سے معجزہ مانگا تو اس نے نہ دکھلایا اور بہت سے لوگوں نے اُس کے نشان دیکھنے چاہے اور نشانوں کے بارے میں اس سے سوال بھی کیا مگر وہ صاف منکر ہو گیا اور کوئی نشان دکھلا نہ سکا بلکہ اُس نے تمام رات خدا تعالیٰ سے یہ نشان مانگا کہ وہ یہودیوں کے ہاتھ سے محفوظ رہے تو یہ نشان بھی اُس کو نہ ملا اور دعا رد کی گئی۔

باقی آئندہ

اَلْکُفْرُ یَذُوْبُ

جناب ایڈیٹر صاحب۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ مضمون ذیل مضمون کو اپنے اخبار گوہر بار میں جگہ دیکر ممنون فرماویں۔ عبدالرحمن۔ بھرتی ماسٹر

ناظرین کو معلوم ہو کہ الحمد شریف میں ایک پیشگوئی ہے اور وہ یہ ہے۔ کہ نصاریٰ کو لفظ ضالین سے تعبیر کیا گیا ہے اور ضالین کے معنے گم ہو جانے والے اور کھوئے جانے والے ہیں۔ جیسے قرآن شریف میں ہے (وَاِذَا ضَلَلْنَا فِی الْاَرْضِ) یہ آیت اسی معنی کی تصریح کرتی ہے۔

پس وہ وقت قریب آتا جاتا ہے کہ عیسائی مذہب پگھل کر اسلام میں مل جاوے اور نصاریٰ اسلام میں کھوئے جاویں۔ یعنی اسلام کے دلدادہ ہو جاویں۔ اور اس امر کے شواہد اور علامات ظاہر ہو رہے ہیں۔ چنانچہ مفصلہ ذیل مضمون سے ظاہر ہوگا۔ کہ کہاں تو اہل فرنگستان اور اہل امریکہ جنھوں نے کروڑہا روپیہ مردہ پرستی کی اشاعت کے لیے پانی کی طرح بہا دیا۔ اب اس مذہب سے روگردانی کر رہے ہیں۔ اور بائبل خدا کا کلام قرار نہیں دیتے۔ اور مریم کے بیٹے کو رب العالمین نہیں مانتے۔ اور وہ مضمون جسکا میں نے اشارہ کیا ہے مفصلہ ذیل ہے۔

بائبل سوسائٹی جس نے اٹھارہ کروڑ بائبل کی اشاعت کی ہے۔ درحقیقت یہ سوسائٹی بے بنیاد توہمات کے پھیلانے میں بے نظیر ثابت ہوئی ہے۔ چونکہ آسٹریلیا کے علاقہ میں اب بھی بہتیرے ایسے ہیں جنکے دلوں پر اوہام کا غلبہ ہے۔ اسلیے میں بہت جلدی انھیں اطلاع دیتا ہوں۔ کہ ایک نئی کتاب انسائکلو پیڈیا بائبلیکا ولایت میں طبع ہوئی ہے۔ اور اس کے لکھنے والے بڑے بڑے عیسائی ہیں۔ انہیں انھوں نے بائبل کو سخت قصور وار ٹھیرایا ہے مدتوں وہ چھپے بیٹھے رہے اور اب اُن سے صبر نہیں ہو سکتا تھا۔ کہ وہ آئندہ اتنے بیشمار اور صریح شہادتوں کو دیکھکر بھی آنکھیں بند کر لیں اور انھوں نے ایسی شہادتیں پیش کی ہیں۔ کہ وہ بائبل سوسائٹی کے اس اکسیر اعظم کو ایک قابل نفرت امر قرار دے رہے ہیں جس کے ذریعہ ہزارہا جبر و ظلم اور بیہودگیاں خداوند کے نام پر بولی جاتی ہیں۔ بعض ایسی صریح اور قابل شرم غلطیاں بائبل میں ہیں۔ کہ ولایت میں چند سال ہوئے کہ ایک کمیٹی نے بائبل کا ترمیم ترجمہ شائع کرنے کا ارادہ کیا تھا۔ اور اگرچہ ترمیم شدہ بائبل چھپ گئی ہے۔ تو وہ بھی کتب مقدسہ منسوخ ہوگی۔ برٹش اینڈ فارن بائبل سوسائٹی نے صدہا ترجمان رکھے ہوئے ہیں اور وہ سر توڑ کوشش سے اسکی تحریف ازبطن میں کامل طور سے مصروف ہیں۔ حق یہ ہے کہ اگرچہ سچائی گرجے کے اعلیٰ ارکان نے پالی ہے پھر بھی جھوٹ کو سوچ بچار کرنگا تار پھیلا رکھا ہے۔ جزائر فجی میں عہد نامہ جدید جو جلایا گیا ہے اس سے محسوس ہوتا ہے کہ مختلف فرقوں میں باہم جنگ اب بھی ہے اور قابل نفرت ہے۔ لیکن اگر اٹھارہ کروڑ بائبل جو بائبل سوسائٹی نے شائع کی ہیں۔ اگر کل جلادی جاویں تو میرے خیال میں علم کو نقصان نہیں ہوگا۔ بلکہ علم کی ترقی ہوگی (کیونکہ بائبل سے جہالت ہی بڑھتی ہے) قدم قدم پر جاہل لوگ ملتے ہیں۔ جو اب بھی جاہلانہ شوق سے پرانے خیال پر جمے ہوئے ہیں۔ کہ بائبل لفظ بلفظ الہامی ہے۔ اور اسی مذہبی عقیدہ سے اس واقعی امر سے انکار کرتے ہیں۔ کہ مدت ہوئی۔ کہ اس گرجے کے اعلیٰ ارکان بائبل کے لفظ بلفظ ترجمے سے انکار کر چکے ہیں۔ اور یہ تسلیم کر لیا گیا تھا کہ بائبل ساری کی ساری الہامی نہیں ہے۔

تمام روئے زمین پر عیسائی عالم فاضل جنکا یہ فرض منصبی ہے کہ سائنس کے ناقابل جواب حملوں کے برخلاف اپنے مذہب کے ستون کی حفاظت اور ڈیفنس کریں۔ وہ خود بھی ہبوط آدم اور یسوع کی الوہیت کے متعلق بحث کر رہے ہیں اور اناجیل کی صداقت میں انھیں کلام ہے اور رفتہ رفتہ اس شہادۃ کے سامنے ہارتے جاتے ہیں۔ جس کا جواب بن نہیں آتا وہ لوگ بڑے جاہل ہیں جو مدتوں سے بائبل کو غیر متبدل سمجھتے آتے ہیں حالانکہ پچاس سال کا عرصہ ہوا ہے کہ ذہین اور عقلمند عیسائیوں نے اس خیال کا قلع قمع کر دیا ہے۔ کہ بائبل حرف بحرف مبدل نہیں ہے۔ آسٹریلیا کے لوگ یونہی شور مچاتے ہیں کہ خداوند کا کلام آگ میں جلایا گیا (اسپر شور کیوں نہیں کیا جاتا) جس صورت میں کہ پروفیسر ڈیلٹز نے جو قیصر جرمنی کے حضور میں اس امر کی صاف طور سے تصدیق کی۔ کہ انسانی قلب اس سے بڑھ کر۔ اور غلطی نہیں کر سکتا کہ عقیدہ رکھا جاوے۔ کہ بائبل بذات خود خدا کا کلام اور الہام ہے۔ پروفیسر مذکور نے جو بائبل کے کئی ٹکڑے گنتے لیے ہیں۔۔۔ ان سے صاف معلوم ہو گیا کہ بائبل کے بعض حصے چھ ہزار برس کے بھی پہلے کے ہیں۔ اور یورپ کے پارہ عجائب گھروں میں کتبے اور ان کے ترجمے موجود ہیں جنسے بائبل کی حقیقت خوب کھلتی ہے۔ الغرض عیسائیت کا وہی انجام ہوگا۔ جیسے ایجادی مذہبوں کا ہوا۔ اور وہ نیست و نابود ہو گئے۔ وحشیوں کے اور ایجادی الوہیت کے ڈھانچے ہمارے سامنے سے دور ہوتے جاتے ہیں۔ اور جب وہ دھندلا کر دور ہوتی ہے۔ تو ہم زیادہ صفائی سے بڑی جلال والی ذات کو محسوس کرتے ہیں۔ اسکو جسنے تمام ان خداؤں (عیسیٰ وغیرہ) کو بنایا۔ اور انکو تباہ کریگا۔

سڈنی بلٹن

۲۲ مئی ۱۹۰۳ء [illegible] 32

نظم

از عالیجناب منشی نواب خان صاحب ثاقب جاگیردار مالیر کوٹلہ۔

سائل و مجیب

اک محقق نے حق پسندی سے / کسی ملا سے یہ سوال کیا
مرزا صاحب جو قادیانی ہیں / ہیں ابھی کیوں نہیں مرید ان کا
معتقد انکا میں نہیں اتنگ / جنے مانا نہیں بنفس عیسیٰ
ہاں حیات مسیح میں بیشک / دلمیں کچھ ہو گیا ہے شک پیدا
مانتا ہی نہیں یہ اپنا دل / کہ مسیحا فلک پہ ہیں زندہ
جسم خاکی سے آسمان پہ گیے / کیسے بعطرح وہ زندہ جیا
کئی صدیاں گذر گئیں لیکن / خاتمہ انکی عمر کا نہ ہوا
بلکہ اُترینگے جسم خاکی سے / [illegible]
میں نے سوچا بہت مگر دلمیں / کشمکش ہے بہت [illegible]
مولوی صاحب آپ ہی فرماویں / آپ ہی کیجیے یہ عقدہ وا
اک بلا ہے جو آپڑی سر پر / مہربانی سے اسکو دیکھو ذرا
جو دلالت میں قطعی ہو آیت / اسکو پڑھ دیجیے [illegible]
یا حدیث صحیح جسکا آپ / جانیں یہ فوع متصل اعلیٰ
ان سے کر دیجیے گا ثابت / کہ چڑھے آسمان پہ عیسیٰ
جسم خاکی سے پھر اتر کر وہ / بول کر دینگے دین کا بالا
سنکے آپ کو [illegible] / اور ایمان بچا ہے گا [illegible]
لگنے یہ حق پسندی باتیں / آگیا جوش میں وہ بے ملا
جھاڑ کر پنجے پڑ گیا پیچھے / [illegible]
جوڑتے ہی کہا کہ کافر ہے / اور دجال نار کا کندا
ملحد و مرتد جہنمی ہے / اور زندیق ہے عدو خدا
خارج اجماع بدعتی بدکار / واجب القتل اور مرتد کیا
[illegible] / وہ بچارا یہ مارا وہ بھاگا
سائل حق پسند حق ہوتے / بے تکا یہ جواب سنکے کہا
ایسی حضرت وکیل دجال / پڑھ چکے ابتدا تو [illegible] خدا

کوئی آیت حدیث بتلاؤ / جس سے ثابت ہو کچھ تمھارا کہا
سنکے سائل سے یہ وہ شیخ نجدی / ہو گیا آگ وہ ببولا سا تھا
آگئی جھاگ منہ میں کو مے کو / سگ دیوانہ کی طرح لپکا
انکھیں دکھلا کے نیلی پیلی پھر / رنگ گرگٹ کی طرح سے بدلا
کفر اور دجل کا وظیفہ وہی / کہ یہ تھا سبق زبانی تھا
تھے یہ الزام و کاف سائیں / ہر گا و خدا میں عرض کیا
یہ بلا نال ابجدائے جلال / پڑ گیا سر وہیر سے بالا
پھر تو ساتھ سوچ کہنے / ابھی حضرۃ بتا کے جانے کا
آپ ہو میں حدیث مانگتا ہوں / خیر ہے آپ کچھ ہیں کیا کیا
ایسے قرآن اور حدیث کتاب / ڈھا نیکر لئے پاس کچھ کو
جھگڑا اس اول فول ہو کیا / اتنا کہا تھا اسکا ہیچ کیا تھا
کفر کا نام وہ لگے بچنے / دجل کی پھیریں لگے ملا
لگے پڑھنے زلات کا ورد / لگے رٹنے وظیفہ سمجھا
کھول بیٹھے وہ کفر کا طومار / لگے لکھنے وہ کفر کا فتویٰ
دیکھکر سائل انکی جہالت دیکھو / زور انکے شیخ میں اترا
بک کرنے لگے وہ دسیتکاک / کہ یہ کیا بات ہو رہی ہے ملا
کل تک انکی زبان پہ جاری / تذکرہ تھا حدیث و قرآن کا
کبھی آمین بالجہر پہ بحث / کبھی تقلید پر سیا جھگڑا
مانگتے تھے سند یہ قرآں سے / چاہتے تھے حدیث کا فتویٰ
رفع یدین حیات عیسیٰ میں / انھیں دوسری جو فیصلہ چاہا
انکو قرآن سے نہیں ہے غرض / نہیں انکو حدیث کی پروا
برتکی مانگنے لگے ہیں یہ / انکو اب تو ہی ابجد اچھا
سنکے کہنے لگے کہ او کافر / یہ بھی چپقلیوں کا کچھ چسکا
او دجال و ملحد و شقی و لعین / تجھ بنگالیوں پہ مجھنے کا مزا
بند جنگیا اسلام کا ناک اگر / لگ گیا لیو تھا اک تماشا
ہنس کے سائل نے یہ کہا آخر / جبکہ یہ نکتہ جواب ملا
ہے مانا کہ آپکے نزدیک / یہی آیت حدیث ہے اچھا
مگر اس سے ثبوت رفع و نزول / جسم خاکی ہو یہ نہیں سکتا
سنکے ملا یہ بات سائل کی / کفر نامہ کو کھول پڑھنے لگا
کبھی دجال اور کبھی کافر / کبھی پھر تیز زبانیہ جاری تھا
تیر لعنت کا مینہ برسنے لگا / کفر و طغیان کا پڑ گیا دریا
لوگ کہنے بیہودہ لاف منطقی / بیہودہ لیل یا اور اسپہ یہ دعویٰ
کیا نا یار کہ بھاگتے ہی نہیں / بہت نرمی و دم نرم پر بگڑ گیا
یہ دلائل سنے جو سائل نے / لگا کہنے کہ خوب اتا تا
خوب ثابت حدیث قرآن / یہ عقیدہ کیا جز اک اور
سنکے ملانے پھر بھی سائل کو / نہ دیا کوئی بھی جواب اچھا
نہیں رہی کا بیان کچھ بیجا / یہی لب انکا اور وہی لہجہ
نہ رہا کوئی حرف بھی باقی / ترجمہ کو کوئی لفظ نازیبا
ہو کے بے بس کہا یہ سائل نے / جبکہ ملا بہت ہی جل بھن گیا
کھل گئی آپکی حقیقت سب / تھا جو کہنا میں کہہ چکا
لیجئے آپکے عقیدہ سے / توبہ کرتا ہوں کیونکہ وہ
آپ سے کچھ نہیں تشفی کی / ہر گز دنیا آپ کی ہو گا
چلیے رخصت خدا حافظ چھا / کہ وہ ہے گرم ہو گا راہ تھا
تاقیامت ہیں عالم پہ تنگ / ماہیوں کے لئے یہ طرز ادا
سلسلہ صبر کر جو یہ چپ لیا / کفر کا جڑ دیا دہی فتویٰ
ایسی سر زد سے ہو خدا کی پناہ / ایسے اخلاق سے معاذ اللہ

سیرۃ مہدی کا مسیح زماں / بڑھے لعنی ہوا چلانا
اے مسعد علیم ہو گیا شیریں / واہ وا بیان کیا میٹھا
کوئی کیسی ہی زہر اگلتا ہو / سامنے انکے ہو وہ شکرانا
کہے جو کوئی اگر تا ہو / رو برو انکے آگے ہو دھیلا
تاقیامت خلق کو دکھائیں گے
نکمن کا انکی کھینچکر نقشہ

حضرۃ حکیم الامۃ کا وعظ جلسہ الوداع کی تقریب پر

گزشتہ اشاعت سے آگے

جب ایسی حالت دنیا کی ہو رہی تھی اسوقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے۔ اور اسوقت کی موجودہ حالت ہی صاف طور پر بتا رہی تھی کہ ایک مزکی کی ضرورت ہے اور پھر آپ نے جو اصلاح کی اسنے ظاہر کر دیا کہ آپ حقیقی مصلح تھے۔ عربوں کی اس حالت کو ایسا بدل دیا کہ ایسی حیرت انگیز تبدیلی کی نظیر دنیا کی تاریخ میں پائی نہیں جاتی۔

قرآن شریف کی روشنی کے آتے ہی حقوق اللہ اور حقوق العباد میں جو تاریکی اور تیرگی چھائی ہوئی تھی یکدم اڑ گئی۔ دنیا میں نابود قوم بود ہو گئی۔ وہ دنیا کی فاتح۔ امام۔ مقتدیٰ فخر ٹھیری۔ وہ قوم جو ہزار در ہزار مرض میں مبتلا تھی اسنے جس نسخہ کے ذریعہ شفا حاصل کی وہ نسخہ قرآن کریم ہی کا نسخہ تھا۔ یہی وجہ ہے کہ اسکا نام نور۔ رحمۃ۔ شفا اور فضل ہے اس نسخہ کو اپنا معمول بنا کر صحابہ کے سامنے کوئی سمندر یا پہاڑ روک نہوا۔ لیکن جوں جوں قرآن شریف ہی کی اتباع کی برکت سے کامیابی اور فتوحات کے دروازے کھلتے گئے اسی قدر تعیش کے آجانے کی وجہ سے قرآن شریف سے اعراض ہوتا گیا اور دنیوی امور اور آسائش کی طرف توجہ بڑھتی گئی نتیجہ یہ ہوا۔ کہ قرآن شریف چھوٹ گیا اور اسکے ساتھ ہی وہ خیر و برکت اٹھنے لگی اختلافات بڑھنے لگا۔ یہانتک

کہ انجام کار نہ دنیا رہی نہ دین

مگر

قرآن شریف اسوقت بھی ایسی کامل اور حکیم کتاب موجود تھی اور ہے کہ اگر اسکی طرف رجوع کیا جاتا اور سارے اختلافات کے مٹانے کا اسکو ہی ذریعہ قرار دیا جاتا تو کوئی شکل نہ رہتی۔ مگر حکومت اور فتوحات کے ساتھ ساتھ خود رائی اور خود غرضی پیدا ہوتی گئی اور قرآن شریف مستقر اصل نہ رہا۔ جسنے وہ دن دکھایا جسکا کبھی خیال بھی مسلمانوں کو نہ آتا ہوگا

لیکن

اصل یہ ہے کہ وہ دن بھی مقدر تھا ضرور تھا کہ اسلام پر ضعف کی حالت آتی جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے پہلے سے ہی اطلاع دیدی تھی

كَيْفَ تَكْفُرُونَ بِاللَّهِ وَكُنْتُمْ أَمْوَاتًا فَأَحْيَاكُمْ ثُمَّ يُمِيتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيكُمْ ثُمَّ إِلَيْهِ تُرْجَعُونَ ۝

اسوقت پھر وہی موت کی حالت طاری ہے اسلام کی تعلیم زندہ اسلام ہے قرآن شریف زندہ کتاب ہے لیکن مسلمانوں کی اپنی کم ہمتی کم توجہی اور قرآن شریف سے اعراض نے انکو مردہ بنا دیا ہے بالاتفاق مسلمانوں نے ایک زبان ہو کر مان لیا ہے کہ انکی قوم مر چکی ہے یہانتک کہ بعض نے جنازہ بھی پڑھ دیا ہے اس قسم کی صدائیں سنکر اسمیں شک نہیں کہ مجھے بعض اوقات سخت گھبراہٹ اور اضطراب ہوا ہے لیکن مجھے خوشی بھی ہوتی ہے اسلئے کہ میں جانتا ہوں اللہ تعالیٰ کے اس وعدہ کے موافق اس موت کے بعد ایک **احیا** بھی ہے اور میں یقیناً سمجھتا ہوں کہ اس احیا کا یہی وقت ہے اور وہ **احیا اللہ تعالیٰ نے ہمارے امام علیہ الصلوۃ والسلام کے ذریعہ کرنا چاہا ہے** یہی وجہ ہے کہ اسکے اور صرف اسکے آنے ہی سے بلکہ اسکے ہی منہ سے **زندہ رسول زندہ مذہب زندہ کتاب اور زندہ خدا** وغیرہ الفاظ سننے میں آتے ہیں یہ اسلئے کہ اسمیں **زندگی بخش قوت ہے** اس امام کے حکم سے میں اس وقت آپ لوگوں کو کچھ سنانا چاہتا ہوں۔ میں نے شروع میں کہا ہے کہ مریض کو اپنے علاج کیلئے جہاں تجربہ کار اور حاذق طبیب کی طرف رجوع کرنا چاہیے وہاں صبر اور استقلال کے ساتھ اسکے بتائے ہوئے علاج اور پرہیز سے فائدہ اٹھانا چاہیے اور ایک مجرب نسخہ استعمال کرنا چاہیے۔

اب اس وقت جو امراض دنیا میں روحانی طور پر پھیلے ہوئے ہیں اس قسم کے امراض اس وقت بھی تھے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہور فرمایا تھا اور ان بیماریوں کا علاج قرآن شریف کے ذریعہ کیا گیا تھا۔ اس وقت بھی جب تک اس مجرب نسخہ کو استعمال نہ کیا جاوے کچھ فائدہ نہ ہوگا۔ اور اس نسخہ کا استعمال